بیاد: حضرت الحاج حافظ عبدالستار صاحب عزیزیؒ

دینی، دعوتی، علمی، ادبی، تحقیقی، فکری اور اصلاحی ترجمان

ماهنامه

نقوش اسلام

خصوصی اشاعت
بر حالات

شیخ الحدیث حضرت
مولانا محمد یونس صاحبؒ

VOL.No.12 | شوال/ ذی قعدہ ۱۴۳۸ھ (June.July2017) | Issue.No.4,5

مجلس سرپرستان

مرشد الامت حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی
ولی مرتاض حضرت مولانا سید مکرم حسین سنسارپوری
عارف باللہ حضرت مولانا مفتی عبدالقیوم رائے پوری
پیر طریقت حضرت مولانا محمد طلحہ کاندھلوی

مجلس مشاورت

مولانا سعید الرحمٰن اعظمی ندوی مولانا سید واضح رشید حسنی ندوی
مولانا بلال عبدالحئی حسنی ندوی مولانا محمد عامر صدیقی ندوی
مولانا محمد احمد صالح جی الحاج موسیٰ اسماعیل درسوت
مولانا حافظ محمد ایوب، مولانا حسن مرچی، مولانا محمد زکریا پٹیل
مولانا یحییٰ بام، مولانا رشید احمد ندوی، مولانا محمد منذر ندوی

مجلس ادارت

❁ مولانا سید محمود حسن حسنی ندوی ❁ مولانا محمد عمر قاسمی مجاہد پوری ❁ مولانا حمید اللہ قاسمی کبیر نگری

چیف ایڈیٹر
محمد مسعود عزیزی ندوی

مدیر انتظامی
ڈاکٹر مرغوب عالم عزیزی

ترسیل زر اور خط و کتابت کا پتہ

NUQOOSH-E- ISLAM
MUZAFFARABAD.SAHARANPUR.247129
(U.P)INDIA. Cell.09719831058
E.mail : nuqooshe_islam@yahoo.co.in
masood_azizinadwi@yahoo.co.in
www. nuqoosheislam.com , www. mifiin.org
ماہنامہ ”نقوش اسلام“ مظفر آباد، سہارنپور 247129 (یوپی) انڈیا

شرح خریداری

هندوستان کے لیے
فی شمارہ..................۲۰/روپئے
سالانہ......................۲۴۰/روپئے
خصوصی...... ....۵۰۰۰/روپئے
ایشیائی، یورپی افریقی و امریکی ممالک کے لیے ۵۰/ڈالر

رسالہ کے جملہ امور سے متعلق اس نمبر پر رابطہ کریں: **09719639955**

Markazu Ihyail Fikril Islami , A/C No. 30416183580,S.B.I
Monthly Nuqoosh-e-Islam, A/C No. 30557882360,S.B.I

منیجر توسیع و اشاعت: قاری محمد صالحین
Mob: 09813806392

PRINTED, PUBLISHED AND OWNED: MD FURQAN
PRINTED AT LUXMI PRINTING PRESS SAHARANPUR
EDITOR: MD FURQAN

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اس شمارے میں

عناوین	مضمون نگار	صفحہ
اداریہ		۳
شیخ الحدیث اپنے رب کے حضور میں	محمد مسعود عزیزی ندوی	
حقائق		۹
فہم قرآن وفہم حدیث کی حامل شخصیت	حضرت مولانا محمد رابع حسنی ندوی	
احساس دل		۱۲
آہ! شیخ الحدیث مولانا محمد یونسؒ	مولانا محمد سعیدی، مظاہر علوم	
نقوش		۱۹
شیخ الحدیث اپنی محدثانہ شان کے آئینہ میں	مولانا محمد اکرم ندوی، یوکے	
مرثیہ		۲۶
شیخ الحدیث مولانا محمد یونس صاحبؒ	مولانا محمد ارشد ندوی، مصر	
خود نوشت		۲۷
شیخ الحدیث کی کہانی خود ان کی زبانی	مولانا محمد حماد ندوی، بھٹکل	
تأثرات		۳۷
شیخ الحدیث مولانا محمد یونسؒ سے پہلی ملاقات	حمید اللہ قاسمی کبیر نگری	
صدائے دل		۳۹
وہی چراغ بجھا جس کی لو قیامت تھی	مولانا راحت علی صدیقی قاسمی	
یادرفتگاں		۴۱
ایک اور مہر مبیں بسوئے فردوس بریں	مولانا محمد سلمان نعیمی قاسمی، دیوبند	
مرثیہ		۴۲
علم وعمل کا آہ وہ پیکر چلا گیا	مولانا ذی النورین، مظفرآباد	
احوال اکابر		۴۳
محدث زمانہ- مفکر اسلام کی خدمت میں	مولانا محمود حسن حسنی ندوی	
احساس جدائی		۴۶
صحبتِ یار آخر شد	مولانا محمد عمر قاسمی مجاہد پوری	
فہرست		۴۸
تصنیفات عزیزی	ادارہ	

ماہنامہ ”نقوش اسلام“ کے لئے شرح اشتہار

ٹائٹل صفحہ آخر رنگین	(فل سائز)	۳۰۰۰..........
,, ,, اول اندرونی	,, ,,	۲۵۰۰..........
,, ,, آخر اندرونی	,, ,,	۲۰۰۰..........
صفحہ اندرونی	(فل سائز)	۱۰۰۰..........
آدھا صفحہ اندرونی		۶۰۰..........
۱/۴ صفحہ ,,		۴۰۰..........

○ اس دائرے میں سرخ نشان اس بات کی علامت ہے کہ اسی رسالہ کے ساتھ آپ کی سالانہ مدت خریداری پوری ہو رہی ہے، لہٰذا آئندہ کے لیے جلد ہی زرتعاون مبلغ ۲۴۰/روپے ارسال فرمائیں، تاکہ رسالہ کو جاری رکھا جاسکے۔ (ادارہ)

نوٹ: شائع شدہ مضامین سے ادارہ کا متفق ہونا ضروری نہیں، ہر قسم کی چارہ جوئی کا حق صرف عدالت سہارنپور کو ہی ہوگا۔

پرنٹر پبلیشر: محمد فرقان نے لکشمی آفسیٹ پریس سہارنپور میں طبع کرا کے دفتر ماہنامہ نقوش اسلام مظفرآباد سے شائع کیا

کمپوزنگ: عزیزی کمپیوٹر سینٹر: مرکز احیاء الفکر الاسلامی مظفرآباد، سہارنپور، یوپی (الھند)

اداریہ

شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد یونس صاحب نور اللہ مرقدہ اپنے رب کے حضور میں

محمد مسعود عزیزی ندوی

شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد یونس صاحب اللہ تعالی کی نشانیوں میں سے ایک تھے، وہ زبردست محدث، متبحر عالم اور علم حدیث پر مکمل دسترس رکھنے والے اللہ کے ولی تھے، ان کی زندگی صرف اور صرف علم حدیث، طلبہ حدیث اور مظاہر علوم کے لئے وقف تھی، ان کے تقوی وطہارت، ان کی صلاحیت اور علمیت اور ان کی محدثانہ شان اور ان کے علوم ومعارف کے اکابر بھی قائل ومعترف تھے، مفکر اسلام حضرت مولانا علی میاں صاحب ندوی نور اللہ مرقدہ آپ پر بھر پور اعتماد فرماتے اور آپ کی قدر کرتے تھے، یہی وجہ تھی کہ جب ندوہ میں قادیانیت کے خلاف عالمی کانفرنس ہوئی تو حضرت مفکر اسلام کے ساتھ ہندوستان سے مولانا یونس ہی نمائندگی کررہے تھے، وہ اس طرح کہ ایک طرف امام حرم شیخ محمد عبداللہ السبیل اور امام مسجد اقصی اور دوسری طرف حضرت مفکر اسلام اور مولانا یونس صاحب تھے، اور مولانا محمد یونس صاحب کو بھی ندوہ اور اہل ندوہ سے کافی مناسبت تھی، مولانا یونس صاحب مستجاب الدعوات بھی تھے، بعض قریبی لوگوں نے ان کے اس سلسلہ میں کئی واقعات نقل کئے، بعض اہل تعلق نے ایسے واقعات بتلائے جن سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ قطب یا ابدال تھے، شیخ رقیق القلب تھے، مگر ان کے مزاج میں حدت بھی تھی، اس لئے بعض مرتبہ وہ لوگوں کو ڈانٹ بھی دیتے تھے، جس سے بعض لوگ ان کو بد اخلاق سمجھتے تھے، اگر چہ بعد میں موقع ملنے پر شیخ معافی بھی مانگ لیا کرتے تھے۔

حضرت شیخ الحدیث کی پیدائش ۲۵/رجب ۱۳۵۵ھ مطابق ۲/اکتوبر ۱۹۳۷ء کو ہوئی، مظاہر علوم میں تعلیم مکمل فرمائی، اور ۱۳۸۱ھ سے مظاہر علوم میں درس وتدریس کا فریضہ انجام دینا شروع کیا، جو مسلسل ۵۷/سال تک ممتد رہا یہاں تک کہ ۱۱/جولائی ۲۰۱۷ء کو اپنے مالک سے جا ملے، حضرت شیخ الحدیث بہت سی خصوصیات کے حامل عالم دین تھے، اللہ تعالی نے ان کے اندر علم میں گہرائی اور گیرائی اور حدیث میں مہارت رکھی تھی، آپ حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب کے خلیفہ اور حدیث میں ان کے جانشین تھے، آپ کا درس بڑا شیریں، پر مغز، تحقیقی اور سلف وخلف کے اقوال سے مزین ہوتا تھا، اس طرح حضرت شیخ اپنی علمی وروحانی خصوصیات کے ساتھ جلال وجمال کے پیکر معلوم ہوتے تھے۔

حضرت شیخؒ سے واقفیت مدرسہ فیض ہدایت رحیمی رائے پور کے زمانہ قیام میں ۱۹۹۲ء سے ہوئی اور وہاں سے کئی مرتبہ ملاقات کے لیے سہارنپور حاضری بھی ہوئی، پھر حضرت شیخ سے تعلق ومحبت قائم ہوگئی اور حضرت شیخ بھی خصوصیت کا معاملہ کرنے

لگے، کئی مرتبہ اپنے ساتھ کھانا کھلایا اور کھانے کے وقت میری طرف سے بے احتیاطی پر یہ بھی فرمایا کہ ’’لقمہ لیتے وقت دوسرا ہاتھ نیچے کرلیا کرو، کہیں تم اتنے بڑے بزرگ ہو، جو میں تمہارا جھوٹا کھاؤں‘‘ یہ حضرت شیخ کی شفقت ومحبت اور تربیت کی بات تھی، مگر جب راقم سطور شوال ۱۴۱۴ھ میں مدرسہ ضیاء العلوم میدان پور رائے بریلی میں گیا، وہاں سے خط وکتابت کی ضرورت پڑی، اس لیے پہلا خط حضرت شیخ کی خدمت بابرکت میں جو تحریر کیا، اس میں دعاء کی درخواست کی اور نصیحت طلب کی، جس پر حضرت شیخ کی طرف سے مندرجہ ذیل جواب آیا:

۱- عزیزم سلمہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

اللہ پاک آپ کے علم وعمل میں برکت دیں، محنت ولگن کے ساتھ پڑھئے، اپنے اساتذہ کا ادب کیجئے، ان سے استفادہ کرتے رہئے۔ والسلام

۱۴۱۴/۱۲/۱۰ھ محمد یونس

اس کے بعد جب ششماہی امتحان کی چھٹی میں گھر آیا ہوا تھا، تو حضرت شیخ کی خدمت میں حاضر ہوا، حضرت نے شفقت فرمائی، اور نامہ سیاہ نے اپنی کتاب ’’مختصر تجوید القرآن‘‘ پر حضرت شیخ سے کچھ کلمات دعائیہ لکھنے کی فرمائش کی، جو اس وقت تک چھپی نہیں تھی، حضرت شیخ نے از راہ شفقت یہ کلمات تحریر فرمائے۔

۲- بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمدللہ رب العالمین والصلوۃ والسلام علی سید الاولین والاخرین.

عزیزم مولوی محمد مسعود مظفری سلمہ نے اس رسالہ میں تجوید کے قواعد عام فہم اور آسان زبان میں جمع کئے ہیں، اللہ پاک ان کی اس کوشش کو قبول فرمائے اور طلبہ کو اس سے فائدہ اٹھانے کی توفیق دے، ان کے علم میں برکت وترقی دے۔

والسلام

۲۸رربیع الاول ۱۴۱۵ھ محمد یونس

* * *

اس کے بعد رائے بریلی آکر پھر حضرت شیخ کو ایک خط تحریر کیا، جس میں اپنے ایک خواب کا ذکر کیا، جس میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت نصیب ہوئی تھی، یہ خواب حضرت شیخ کو تفصیل سے لکھا تھا اور اسکی تعبیر معلوم کرنا چاہی اور اپنے لیے دعا کی درخواست کی، جس پر حضرت شیخ کا یہ معزز اور مؤقر جواب شرف صدور لایا:

۳- عزیزم سلمہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آپ کا خواب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت پر دلالت کرتا ہے؛ لیکن آپ کو دفن کرنا اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ کوئی

اہم سنت چھوٹ رہی ہے، غور کریں اور سنتوں کا اہتمام کریں۔ والسلام

۲۸/۴/۱۴۱۵ھ محمد یونس

پھر غالباً شعبان میں حضرت شیخ رائے بریلی تشریف لائے، وہاں بھی شیخ نے شفقت فرمائی اور اس نامہ سیاہ کو یاد رکھا اور کتاب ''مختصر تجوید القرآن'' کے متعلق دریافت فرمایا کہ تمہارے رسالہ کا کیا ہوا؟ میں نے عرض کیا کہ ابھی چھپا نہیں، پھر مدرسہ ضیاء العلوم کی مسجد میں دعاء و بیان کے بعد جب نکلنے لگے تو نامہ سیاہ جوتے لئے ہوئے تھا، فرمانے لگے ''او مغفل کہاں چلا گیا؟'' یہ کلمات حضرت شیخ کے مشفقانہ اور محبت آمیز ہیں، ان کے سننے میں بھی مزہ آتا ہے اور کوئی کہے تو برا لگتا ہے، مگر حضرت شیخ کے ڈانٹ کے کلمات بھی پر کشش ہوتے ہیں، اس کے بعد جب ۱۴۱۶ھ میں کتاب چھپ گئی اور حضرت کو پیش کی تو بہت داد دی اور خوش ہوئے اور بار بار فرمایا تو نے بہت اچھی ترتیب قائم کی، اس لئے کہ راقم نے کتاب میں سب سے پہلے حضرت مفکر اسلام کا مقدمہ لگایا تھا، پھر حضرت مولانا قاری صدیق احمد صاحب باندوی کا، اس کے بعد حضرت شیخ کا، پھر دوسرے حضرات کا، اس لئے شیخ نے اس ترتیب کی تصویب فرمائی اور سراہا، اور دعائیں دیں۔

* * *

رمضان شریف میں رائے پور اپنے شیخ حضرت حافظ عبد الرشید صاحب کو قرآن شریف سنا رہا تھا اور حضرت موصوف کے حالات زندگی بھی قلم بند کر رہا تھا، حضرت حافظ صاحب سے متعلق جہاں دوسرے معاصرین کو خطوط لکھے، حضرت شیخ کو بھی لکھا اور حضرت شیخ کی حضرت حافظ صاحب سے متعلق رائے معلوم کرنا چاہی، جس پر حضرت شیخ کا یہ مکتوب گرامی ملا:

۴- عزیزم سلمہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

ابھی کارڈ ملا، مجھے حافظ عبد الرشید صاحب کے متعلق صرف اتنا ہی معلوم ہے کہ وہ حضرت اقدس مولانا عبد القادر صاحب رائے پوری نور اللہ مرقدہ کے خلفاء میں ہیں اور دھرادون کے دیہاتوں میں خدمت کرتے ہیں اور فائدہ ہو رہا ہے۔

والسلام

۱۵ر رمضان ۱۴۱۵ھ محمد یونس

پھر آئندہ سال ندوۃ العلماء لکھنؤ میں درجہ عالیہ ثانیہ میں مشکوۃ شریف پڑھنی تھی، میرے ذہن میں آیا کہ حضرت شیخ سے مشکوۃ شریف کا افتتاح کرایا جائے، چنانچہ نامہ سیاہ شروع شوال میں حضرت شیخ کی خدمت میں حاضر ہوا، اور اپنی اس دلی خواہش کا اظہار کیا، حضرت شیخ نے شفقت فرمائی اور اپنی کتاب دی اور مشکوۃ شریف کی پہلی حدیث پڑھا کر افتتاح فرمایا اور حدیث مسلسل بالاولیۃ کی اجازت مرحمت فرمائی اور بہت خوشی کا اظہار فرمایا۔

* * *

شوال ۱۴۱۵ھ میں راقم سطور دار العلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ میں تعلیم حاصل کرنے کے لیے داخل ہوا، جب اسباق شروع ہو گئے

تو اپنی تعلیمی مشغولیات، اسباق اور کتابوں کی تفصیل حضرت شیخ کو لکھی اور دعاؤں کی درخواست کی اور علم نافع اور مقاصد میں کامیابی کی دعا کے لیے تحریر کیا، جس پر یہ شفقت نامہ آیا:

۵- عزیزم سلمہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آپ کا خط ملا، خیریت معلوم ہوئی، اسباق کی تفصیل سے خوشی ہوئی، اللہ پاک علم نافع عطا فرمائے اور مقاصد حسنہ پورے کرے۔ والسلام

۱۴۱۵/۱۱/۲۶ھ محمد یونس

اس کے چند ماہ بعد ششماہی امتحان کی چھٹی میں جب وطن آیا ہوا تھا، تو ایک روز ۳۰/ ربیع الاول ۱۴۱۶ھ پیر کو حضرت شیخ کا مہمان ہوا اور حضرت شیخ کی قیام گاہ پر ہی ٹھہرا، رات میں وہیں اپنی زیر تصنیف کتاب ''بچوں کی تمرین التجوید'' مکمل ہوئی، جس پر صبح کو ناشتہ کے بعد حضرت شیخ سے کلمات دعائیہ لکھنے کی درخواست کی، حضرت شیخ نے بڑی محبت سے مندرجہ ذیل ارشادات عالیہ تحریر فرمائے:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمدللہ رب العالمین والصلوۃ والسلام علی سید الاولین والآخرین:

بچوں کی تعلیم کا اہتمام کرنے کی بڑی ضرورت ہے، اگر ابتداء میں کوئی کمی رہ جاتی ہے تو اس کا ازالہ بعض وقت دشوار ہو جاتا ہے۔

اس لیے عزیزی مولوی مسعود ندوی نے ایک مختصر رسالہ ''بچوں کی تمرین التجوید'' لکھا جس میں حروف شناسی اور تجوید کے ابتدائی اصول کو آسان طرز پر ذہن نشین کرانے کی کوشش کی ہے، اللہ پاک قبول فرمائے اور عزیز موصوف کے علم میں ترقی دے۔

یکم ربیع الثانی ۱۴۱۶ھ محمد یونس

* * *

اس کے چند ماہ بعد پھر حضرت شیخ کو خط لکھا، جس میں اپنے مطالعہ و مذاکرہ کے شوق کے بارے میں لکھا اور نصیحت طلب کی، نیز دعاؤں کی درخواست کی، جس پر حضرت شیخ کا یہ معزز نامہ موصول ہوا:

۶- عزیزم سلمہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

۱- مطالعہ کا شوق مبارک، تکرار و مطالعہ سے کچھ نہ کچھ ذہن میں محفوظ ہو جاتا ہے۔
۲- نماز میں خشوع مطلوب ہے، جو کچھ پڑھیں اس کی طرف دھیان رکھیں۔
۳- آپ کے مقاصد حسنہ کی تکمیل کی دعا کر رہا ہوں۔

حضرت مولانا (سیدابوالحسن علی ندوی) سے سلام مسنون کہہ دیں۔

والسلام
محمد یونس
۹/۸/۱۴۱۶ھ

اس کے بعد بھی خط وکتابت ہوتی رہی، مگر میرے کاغذات میں یہی چند خطوط حضرت شیخ کے مل پائے جن کو تحریر کیا گیا، باقی حضرت شیخ کی توجہات اوران کی شفقتیں دن بدن بڑھتی گئیں اوراس نامہ سیاہ کا بھی یہ عالم ہوگیا کہ یا تو مفکر اسلام حضرت مولانا سیدابوالحسن علی حسنی ندوی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوکر طبیعت لگتی یا پھر حضرت شیخ کی خدمت بابرکت میں، حضرت مفکر اسلام کے انتقال کے بعد بس حضرت شیخ سے ہی دل بستگی رہی، یا پھر ۲۰۰۰ء میں جب راقم سطور پاکستان گیا تو لاہور میں حضرت سیدانورشاہ نفیس حسینی (خلیفہ حضرت رائے پوریؒ) کی خدمت میں بیٹھ کر وہ لذت محسوس ہوئی اورانہوں نے بھی ملاقات پر برجستہ فرمایا کہ آپ میں سے رائے پوراور رائے بریلی کی خوشبو آرہی ہے، جس پر مجھے بھی بے حد خوشی ہوئی، غرضیکہ حضرت شیخ سے جب بھی ملاقات ہوتی اور حضرت مفکر اسلام کا تذکرہ ہوتا تو حضرت شیخ کی طبیعت کھل جاتی اور پھر حضرت مفکر اسلام کا تذکرہ جمیل طویل تر ہوجاتا اور حضرت شیخ کو بھرپور لطف آتا۔

راقم آثم نے جب ۱۹۹۸ء حضرت مولانا محمد طلحہ صاحب کے ایماء پر ''سیرت حضرت مولانا محمد یحییٰ کاندھلوی'' تحریر کی، تو اس کتاب کا مسودہ اوراس کی فہرست حضرت شیخ کی خدمت میں پیش کی، جس میں بعض جگہ حضرت شیخ نے ترمیم بھی کی، جب راقم نے عربی میں ''ریاض البیان فی تجوید القرآن'' لکھی تو حضرت شیخ نے اس کی تمہید دیکھ کر فرمایا کہ اس میں تسلسل نہیں اور رہنمائی فرمائی۔

* * *

ایک مرتبہ بعض علماء کے ساتھ حضرت شیخ کی خدمت میں حاضری ہوئی تو مجھ کو انگور دئے اور فرمایا چل اپنے ساتھیوں کو بھی کھلا، ایک مرتبہ شیخ کے پاس حاضر ہوا اور ہدیہ میں ایک ہزار کی رقم دینا چاہی، تو فرمایا کہ یہ تو زیادہ ہے، میں نے اطمینان دلایا، پھر قبول فرمالئے، ایک مرتبہ صبح کے وقت پہنچا، دولوگ پہلے سے بیٹھے تھے، شیخ فرمانے لگے بھائی قرآن پڑھا کرو، پھر ہر ایک سے معلوم کرنے لگے کہ کتنا قرآن پڑھتے ہو، جب میرا نمبر آیا تو مجھ پر آکر رک گئے اور فرمانے لگے ''مسعود! میں گارنٹی سے کہتا ہوں کہ تو قرآن نہیں پڑھتا اور کئی مرتبہ فرمایا'' اور بات بھی صحیح تھی، اس زمانے میں راقم روزانہ قرآن کریم کی تلاوت نہیں کررہا تھا۔

* * *

ایک مرتبہ راقم لکھنؤ سے آیا، حضرت شیخ کی خدمت میں حاضر ہوا اور لکھنؤ سے کسی کا سلام پہنچایا کہ فلاں صاحب نے سلام عرض کیا، شیخ نے از راہ ظرافت فرمایا کہ یہ اختصار مسلم کی طرف سے ہے یا مبلغ کی طرف سے؟ غرضیکہ حضرت شیخ کی بہت سی بے تکلفی اور محبت کی باتیں ہیں جو یاد آئیں تحریر کردی، بعض تحریر کے لائق نہیں، مگر ادھر چند سالوں سے جب سے راقم نے

ادارہ مرکز احیاء الفکر الاسلامی قائم کیا، اس کی مشغولیات اور اپنی کاہلی کی وجہ سے حضرت شیخ سے ملاقات اور ان کی خدمت میں حاضری میں کوتاہی واقع ہوگئی، اگرچہ کئی مرتبہ جانا بھی ہوا، بعض مرتبہ ملاقات ہوئی، بعض مرتبہ نہیں ہوئی، ایک مرتبہ رمضان ۱۴۳۲ہجری میں کئی بزرگوں کی خدمت میں حاضر ہوا، ایک روز رات میں حضرت شیخ کی خدمت میں بھی حاضر ہوا، عید کے بعد ماہنامہ ’’نقوش اسلام‘‘ میں ’’رمضان کے مقدس ایام میں بزرگان دین کی خدمت میں حاضری‘‘ کے عنوان سے ایک مضمون لکھا، جو ماہنامہ نقوش اسلام کے شمارہ ۷/۸/ جلد نمبر ۶/ بابت ستمبر/ اکتوبر ۲۰۱۱ء میں شائع ہوا، اس میں شیخ سے ملاقات کا بھی تذکرہ ہے، جو یہاں نقل کیا جارہا ہے:

’’راقم نے تراویح کے بعد حضرت شیخ الحدیث مولانا یونس صاحب سے ملاقات کرنا چاہی، چنانچہ حضرت کی قیام گاہ پر پہنچا، حضرت شیخ بھی تراویح سے اسی وقت فارغ ہوئے تھے مجلس میں درود وسلام پڑھا جارہا تھا، اس میں شرکت ہوئی، اس کے بعد حضرت شیخ نے دعا کرائی، حضرت شیخ کے پاس بھی تقریباً ۱۰۰/ سے قریب علماء ٹھہرے ہوئے تھے، جو ہندوستان کے مختلف علاقوں سے تعلق رکھتے تھے، حضرت شیخ سے ملاقات ہوئی، مصافحہ ہوا، حضرت شیخ کو کچھ ہدیہ دینا چاہا تو فرمانے لگے کہ بھائی میں شکی آدمی ہوں، مجھے مدرسہ والوں سے ہدیہ لیتے ہوئے ڈر لگتا ہے، ناکارہ نے وضاحت کی کہ یہ میں اپنی ذاتی رقم میں سے دے رہا ہوں، اس کا مدرسہ سے کوئی تعلق نہیں، اس کے بعد دیکھ کر فرمایا کہ یہ تو زیادہ ہے، راقم نے عرض کیا کوئی زیادہ نہیں، حقیر سا ہدیہ ہے، تو قبول فرمالیا، اس کے بعد دعا کی درخواست کرکے اور مصافحہ کرکے رخصت ہوگیا۔

حضرت شیخ کافی معذور ہوگئے تھے، اپنی قیام گاہ پر ہی نماز پڑھتے ہیں، اللہ تعالی نے حضرت کو حضرت شیخ الحدیث مولانا زکریا صاحب کا سچا جانشین بنایا تھا، اللہ نے حضرت کو جو علم، روحانیت عطا کی ہے، اس کی بنا پر ہمارے بعض بزرگوں کا تو یہ کہنا ہے کہ سارے علماء دیوبند کو ایک پلڑے میں رکھا جائے اور حضرت شیخ کو دوسرے پلڑے میں تو حضرت مولانا محمد یونس صاحب کا پلڑا ہی بھاری رہے گا (واللہ اعلم) ناکارہ کے اوپر حضرت شیخ کی خاص توجہ وشفقت تھی، اس لئے حضرت شیخ کے حالات پر ماہنامہ ’’نقوش اسلام‘‘ کی خصوصی اشاعت کا پروگرام بنایا، اور حضرت شیخ کو ادنی سا خراج عقیدت پیش کرنے کی ایک ادنی سی کوشش کی، چنانچہ یہ شمارہ حضرت شیخ کے حالات پر خصوصی نمبر ہے، اللہ تعالی حضرت شیخ کے درجات کو بلند فرمائے، اپنے اعلی علیین میں مقام رفیع نصیب فرمائے۔

* * *

حقائق

فہم قرآن وفہم حدیث کی حامل ربانی شخصیت

مرشد الامت حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی ناظم ندوۃ العلماء لکھنؤ

شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد یونس جونپوریؒ کی وفات مؤرخہ ۱۶/ شوال المکرّم ۱۴۳۸ھ، مطابق ۱۱/ جولائی ۲۰۱۷ء پر مسجد دار العلوم ندوۃ العلماء میں ۱۷/ شوال المکرّم کو جلسہ منعقد ہوا، جس میں حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی دامت برکاتہم نے ایک رہنما اور بصیرت افروز خطاب فرمایا، جسے ضبط تحریر میں لا کر حضرت مولانا مدظلہ کی نظر ثانی کے بعد افادہ عام کیلئے پیش کیا جا رہا ہے۔ (محمد فرمان ندوی)

اللہ تعالی نے انسانوں کے رشد وہدایت کیلئے رہنمائی کے متعدد انتظامات فرمائے ہیں، قرآن مجید سارے انسانوں کی ضرورت اور ہدایت کے لئے جامع اور ہمہ جہت رہنمائی کیلئے اور حدیث رسول اور سنت نبوی کو ایمان واتباع دین کو عملی شکل میں دیکھنے اور سمجھنے کیلئے مقرر فرمایا ہے، اس کو صرف علم میں لانے اور احکام کو جان لینے کیلئے نہیں رکھا ہے، بلکہ عمل میں لانے کیلئے ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کو ان حالات سے گذارا ہے، جن سے دین کو علم سے عمل میں لانے کا فائدہ ہوتا ہے، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قول وعمل کو نمونہ اور مثال بنا دیا ہے، اسی لئے قرآن مجید میں فرمایا: ”لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللّٰهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِمَنْ كَانَ يَرْجُو اللّٰهَ وَالْيَوْمَ الآخِرَ وَذَكَرَ اللّٰهَ كَثِيراً“ تمہارے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں بہترین نمونہ موجود ہے، یہ اس شخص کیلئے جو اللہ کی بندگی اور آخرت میں کامیابی چاہتا ہے اور کثرت سے اللہ کو یاد کرتا رہا اور سورۂ نجم میں ہے: ”وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى، اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُوحٰى“ یہ نبی خواہش نفس کی بنا پر کلام نہیں کرتے، بلکہ ان کا کلام وحی ہے، جو اللہ تعالی کی طرف سے ان کو کی جاتی ہے۔

دین کو صحیح عملی شکل میں اختیار کرنے کے لئے حدیث وسنت رسول کا علم کامیاب ذریعہ ہے، اگر ہم دین کو اصلی شکل میں اختیار کرنا چاہتے ہیں تو علم حدیث وسنت میں اس کی اصلی جھلک نظر آتی ہے، یہ اللہ رب العزت کی طرف سے اچھا انتظام ہے کہ قرآن سے جامع ومکمل رہنمائی اور حدیث وسنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں اس کی صحیح جھلک دکھائی گئی ہے، لہٰذا یہ عجیب بات ہوگی کہ ہم دین سے صرف احکام لیں اور ان کی عملی مثال سے اخذ فیض نہ کریں، اس کے بغیر مطابق اصل عمل مشکل ہو گا، ایک حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی طرف اشارہ فرمایا: ”صَلُّوا كَمَا رَأَيْتُمُونِي أُصَلِّي“ تم اس طرح نماز پڑھو، جس طرح تم نے مجھ کو نماز پڑھتے دیکھا ہے، نماز کے تعلق سے یہ بات فرمائی گئی ہے، جو دیگر عبادات وطاعات کیلئے بھی صحیح سمجھے جانی والی بات ہے اور صحابہ کرامؓ کو امت اسلامیہ میں جو امتیاز حاصل ہے، اس میں یہ بھی ہے کہ انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو جو کرتے دیکھا اور جو کہتے سنا، وہ براہ راست اخذ کرنے کا ذریعہ بنا، پھر انہوں نے آئندہ آنے والوں نسلوں کو بجنسہ نقل کر کے بتایا، حجۃ الوداع کے موقع پر آپ نے فرمایا: ”ألا فليبلغ الشاهد الغائب، فرب مبلغ أوعى من سامع“ جو اس موقع پر موجود ہیں وہ اس کو پہنچا دیں جو یہاں موجود نہیں ہے، کیونکہ بسا اوقات جن کو بات پہنچائی جائے وہ پہنچانے والے کے مقابلہ میں زیادہ سمجھنے اور محفوظ رکھنے والا ہوتا ہے، اسی طرح شریعت اسلامیہ کے امکان وہدایات عملی شکل میں حضورؐ سے تا قیامت آنے والوں تک پہنچے اور پہنچ رہے ہیں، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کے سلسلہ میں نقل مطابق اصل بنانے کی مثال دی گئی ہے، اس حدیث میں دین کو عملی شکل میں سیکھنے کی تلقین کی گئی ہے، اور اس طرح سے عمل کے ذریعہ دین کے سب احکام کی تلقین کا سلسلہ قائم ہوا، اور انشاء اللہ یہ سلسلہ قیامت تک جاری رہے گا، صحابہ کرامؓ نے حضورؐ کو دیکھا اور عمل کیا،

اور اللہ تعالی نے اپنے رسول کے قول وعمل کو اپنے قول وعمل سے وابستہ بنادیا، لہذا آپ کا قول وعمل قرآن کے قول سے جڑا ہوا ملتا ہے، صحابہ کرامؓ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھ کر دین سیکھا، ان سے دین کو دیکھ کر عمل کرنے کا سلسلہ جاری ہوا، ہم میں اکثر افراد نے نماز دیکھ کر سیکھی، بڑوں کو دیکھ کر سیکھا، حضور جس طرح نماز پڑھتے تھے، صحابہ کرام نے اس کو اختیار کیا، دین پر عمل کرنے کے لئے دین والوں سے سیکھا، اس طرح دین کل کا کل قرآن وحدیث دونوں سے ثابت ہوگیا۔

قرآن کلام الہی ہے، حدیث اس کی تشریح وتوضیح ہے، قرآن کو دین کا بنیادی مقام حاصل ہے، لیکن اس کی گہرائی اور متشابہات کی موجودگی کے لحاظ سے تنہا اس پر اکتفاء کافی نہیں قرار دیا گیا، اس کی وضاحت حدیث کے ذریعہ حاصل کرنا ہوتی ہے، قرآن مجید میں تمام انسانوں کو موضوع بنایا گیا ہے، اور اس کو محکمات اور متشابہات میں رکھا گیا ہے، اور یہ فرمایا گیا ہے کہ محکمات کو اصل ذریعہ استفادہ بناؤ اور متشابہات کے سمجھنے میں زیادہ نہ پڑو، متشابہات کے معاملہ میں پڑنے والے برے مقصد کو اختیار کرتے ہیں: "هو الذى أنزل عليك الكتاب منه آيات محكمات هن أم الكتاب وأخر متشابهات، فأما الذين فى قلوبهم زيغ فيتبعون ما تشابه منه ابتغاء الفتنة وابتغاء تأويله ، وما يعلم تأويله الا الله "۔ (سورہ آل عمران: آیت ۷)

وہ وہی خدا ہے، جس نے آپ پر کتاب اتاری ہے، اس میں محکم آیتیں ہیں اور وہی کتاب کا اصل مدار ہیں، اور دوسری آیتیں متشابہ ہیں، سو وہ لوگ جن کے دلوں میں کجی ہے، وہ اس کے اسی حصہ کے پیچھے ہو لیتے ہیں جو متشابہ ہے، غلط بات کی تلاش میں اور اس کے غلط مطلب کی تلاش میں، حالانکہ کوئی ان کا صحیح مطلب نہیں جانتا سوائے اللہ کے، اس کیلئے اللہ تعالی نے خود قرآن میں نبیؐ کے قول وعمل کو قرآن کے مطابق قرار دیا کہ ''ان ھو الا وحی یوحی'' کہ حضورؐ کی بات کو اللہ تعالی ہی کی بات سمجھی جائے، حدیث شریف کے ذریعہ ہم کو اصل وضاحت ملتی ہے۔

اس طرح یہ بات واضح ہوگئی کہ جو حضرات حدیث کی تعلیم وتعلم سے تعلق رکھتے ہیں، ان کا یہ عمل صرف حدیث کو عمل میں لانا نہیں ہے، بلکہ اس کے مطابق عمل اختیار کرنے کی طرف توجہ دلانا ہے، لہذا جو سنت پر عمل کرتے ہیں، اللہ تعالی کی طرف سے ان کو نورانیت ملتی ہے، اور عملی طور پر اس سے استفادہ کرنے پر ان کے اندر ایک تبدیلی اور انقلاب پیدا ہوتا ہے اور ان پر اتباع سنت کا عکس ہوتا ہے، علم حدیث سے صرف علمی استفادہ نہیں، بلکہ اس کو عملی زندگی میں اتارنا بھی مقصود ہے، حضورؐ کی ذات وصفات کو مؤمن کی زندگی کیلئے نمونہ بنایا گیا ہے، غالبا اسی لئے اللہ تعالی نے ان کو زندگی کی ان تمام راہوں سے گذارا، جن سے مؤمن کو گذرنا ہوسکتا ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر مشکل حالات بھی آئے اور آسان بھی، دونوں طرح کے حالات اس لئے تھے، تاکہ مؤمن کو پیش آنے والے ہر طرح کے حالات میں لوگوں کے لئے نقل واتباع آسان ہو، غزوۂ بدر، حدیبیہ اور خندق کے موقع پر سخت حالات آئے، یہ اس لئے تھے، تاکہ امت کے لئے ان حالات میں بھی رہنمائی سامنے آئے، اس طرح زندگی کا کوئی ایسا مسئلہ نہیں، جس کا حل سنت وسیرت میں موجود نہ ہو، حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کا عکس ہے، محدثین نے اسی مقصد کو پیش نظر رکھا، وہ دین کے صحیح محافظ اور صحیح ناقل ہیں، ان کی خدمت حدیث کی کوششوں کی اہمیت کا انکار کرنا دین کی ترجمانی کو ناقص بنانا ہے، جو حضرات خوش نصیبی سے اشتغال بالحدیث رکھتے ہیں ان کو اس ناحیہ سے خدمت حدیث شریف کی اہمیت کو پیش نظر رکھنا چاہئے۔

اللہ تعالی نے حدیث وسنت کو اس بات کا ذریعہ بنایا کہ ہم دین کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے قول وعمل کے ذریعہ حاصل کریں، اس کیلئے اللہ تعالی نے یہ مقدر فرمایا، اس لئے بڑے بڑے علماء اور محدثین پیدا فرمائے، اور دین پر عمل کرنا آسان بنایا، عصر جدید کے یورپ زدہ مختلف افراد ہیں، جن کو مستشرقین کے نام سے جانا جاتا ہے، وہ کہتے ہیں کہ دین اسلام کے لئے قرآن کافی ہے، احادیث ضروری نہیں، جب کہ حدیث شریف قرآن ہی کی وضاحت ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن ہی کو اپنی عملی زندگی میں پیش کیا، اس طرح قرآن وحدیث الگ الگ نہیں

ہیں، بلکہ ایک دوسرے سے جڑے ہوئے ہیں، جس کا تعلق حدیث سے کمزور ہوگا، اس کا دین سے بھی تعلق کمزور ہوگا، قرآن میں آیا ہے کہ کچھ افراد ایسے ہیں جن کے دلوں میں کجی ہوتی ہے، قرآن کے متشابہات کے پیچھے پڑتے ہیں فتنہ اور غلط تاویل کیلئے؛ لیکن اہل ایمان دین کو صحیح اور کامل طور پر سمجھنے کیلئے محکمات القرآن کو حدیث شریف کے ساتھ صحیح دین کو سمجھتے ہیں، محدثین نے ہمیشہ محکمات قرآن کے ساتھ حدیث کو موضوع بنایا، اور اسی مشن پر اپنے آپ کو لگایا، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے کسی نے دریافت کیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سیرت واخلاق کیسے تھے؟ فرمایا: ویسے جیسا قرآن میں ملتا ہے، اسی طرح علم حدیث میں مشغول ہونے والے حضرات کے لئے بڑی بشارتیں ہیں، حدیث میں آیا ہے: "نضر اللہ امرءا سمع منا حدیثا فحفظه حتى يبلغه غيره" اللہ تعالی تروتازہ رکھے اس کو جس نے میری حدیث سنی، اور اس کو یاد کیا اور دوسری کو بلاکم وکاست پہنچایا۔ (سنن ابوداود: ۳۶۵۲)

میں کئی ایسے افراد کو جانتا ہوں کہ انہوں نے پوری زندگی حدیث کا اشتغال رکھا اور سنت پر عمل کیا تو ان کے چہرے پر وفات کے وقت اس کے اثرات نمایاں تھے، ایسی شخصیات میں دار العلوم ندوۃ العلماء کے سابق شیخ الحدیث مولانا حیدر حسن خان ٹونکی رحمۃ اللہ علیہ، اور ہمارے استاذ حدیث مولانا شاہ حلیم عطا علیہ الرحمۃ، اور دار العلوم دیوبند کی مایہ ناز شخصیت علامہ انور شاہ کشمیری، اور ان کے بعد وہاں کے شیخ الحدیث حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی اور جامعہ مظاہر علوم میں حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوری مہاجر مدنی اور ان کے جانشیں حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کاندھلوی کی مثالوں سے سمجھا جاسکتا ہے اور اب حضرت شیخ الحدیث رحمۃ اللہ علیہ کے مظاہر علوم میں جانشیں وشیخ الحدیث مولانا محمد یونس جونپوری جن کا کل سہارنپور میں انتقال ہوا، بہت ممتاز نظر آئے، اور ان کے جنازہ میں غیر معمولی اژدحام سے ان کی مزید تائید اور مقبولیت ظاہر ہوئی، یہ سب برکت تھی اس کی جو انہوں نے حدیث شریف کی خدمت کی، اور آخر وقت تک اس کا مطالعہ جاری رکھا، اور اس کے فیض کو دوسروں میں منتقل کرنے کا جو جذبہ تھا اس سے کام لیا، ان میں ربانیت کی صفت تھی، اس صفت نے ان کو بہت سے اساتذہ اور معاصر علماء میں ممتاز کیا، انہوں نے اس فن میں بڑی ترقی کی، اور ان کا شہرہ برصغیر سے نکل کر بلاد عربیہ میں بھی ہوا، وہ بلا شبہ عظیم محدث اور ایک باکمال استاذ تھے، انہوں نے پوری زندگی علم حدیث کے لئے وقف کردی تھی، اور اس کے لئے دنیا کے دوسرے پہلوؤں سے اپنے کو دور کرلیا تھا، ان کی شخصیت کی تشکیل میں ایسے اساتذہ تھے، جنھوں نے ان کو اس عظیم مشن کے لئے تیار کیا، اگرچہ ان کو حضرت مولانا اسعد اللہؒ اور دوسرے بڑے اساتذہ سے استفادہ کا موقع ملا تھا، لیکن وہ حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کاندھلوی کے خاص شاگرد تھے، جنہوں نے اپنی توجہ خاص سے مولانا محمد یونس کو یگانہ روزگار بنادیا تھا، اور اپنی زندگی میں مظاہر علوم جیسے باوقار حدیث کے علمی مرکز کا ان کو شیخ الحدیث کا منصب بڑوں کی موجودگی میں جن میں ان کے کئی بڑے اساتذہ شامل تھے ان کے علمی فضل وکمال کو محسوس کرتے ہوئے کم عمری میں ان کے حوالہ کیا، دار العلوم ندوۃ العلماء سے بھی مولانا محمد یونس کو بہت تعلق خاطر رہا ہے، وہ مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابو الحسن علی حسنی ندویؒ سے نیاز مندانہ تعلق رکھتے تھے، اس کی خاص وجہ یہ بھی ہے کہ مولانا یونس کا تعلق جونپور سے تھا، اور جونپور اور اس کے اطراف میں مولانا کے خانوادہ کے ایک بزرگ مولانا محمد امین نصیرآبادی اور خود حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ کے نانا حضرت شاہ سید ضیاء النبی حسنی علیہ الرحمۃ کی دعوتی کوششوں کا زبردست اثر رہا ہے، گویا مولانا یونس صاحب دل میں اس کی قدر سمجھتے تھے، یہی وجہ ہے کہ پوری عقیدت احترام کے ساتھ باوجود اپنے علمی وزن کے حضرت مولانا سید ابو الحسن علی حسنی ندوی سے حدیث کی سند لینے کے لئے دار العلوم ندوۃ العلماء کا سفر کیا، اور باقاعدہ اس کی اجازت حاصل کی، یہ چیز ندوہ کے اساتذہ وطلبہ میں ان سے عقیدت بڑھنے کا سبب بنی، اور یہاں کے اساتذہ وطلبہ کا وقتا فوقتا ان کی خدمت میں استفادہ کے لئے جانے کا آخر تک سلسلہ رہا۔ ❁❁

احساس دل

آہ! شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد یونس رحمۃ اللہ علیہ

مولانا محمد سعیدی ناظم ومتولی مظاہر علوم (وقف) سہارنپور

ریحانۃ الہند شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد یونس صاحب علیہ الرحمہ ابن جناب شبیر احمد صاحبؒ ۲۵/رجب المرجب ۱۳۵۵ھ مطابق ۲/اکتوبر ۱۹۳۷ء شنبہ کے دن اپنے گاؤں چوکیا، کھیتا سرائے ضلع جونپور (یوپی) میں پیدا ہوئے، والدہ ماجدہ کا سایہ ایسے وقت سر سے اٹھا، جب آپ صرف ۵/سال ۱۰/ماہ کے تھے (سرکار دو عالم صلی اللہ وسلم کی والدہ ماجدہ کا جب وصال ہوا تو اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر مبارک بھی تقریباً یہی تھی)۔

والدہ ماجدہ کے انتقال کے بعد آپ اپنی نانی کے پاس رہنے لگے، ایک دفعہ نانی اپنے لڑکے یعنی حضرت شیخ کے ماموں کی اس لئے پٹائی کررہی تھیں کہ وہ پڑھنے میں تساہل اور تغافل کررہے تھے، حضرت شیخ نے کم عمری کے باوجود اسی دوران نانی جان سے عرض کیا کہ میں بھی پڑھنے جاؤں گا، اس عرض وگزارش پر فوری عمل کیا گیا، زادِ راہ تیار ہوا، کھانا پکا اور وہاں سے تقریباً ڈیڑھ میل کے فاصلہ پر ایک مکتب کے لئے اپنے ماموں کے ساتھ روانہ ہوئے، کم عمری کی وجہ سے آپ تھک گئے تو ماموں نے جو خود بھی لڑکے تھے اور پڑھنے کے لئے جارہے تھے، اپنے کندھے پر اٹھالیا، جب تھک گئے تو اتار دیا اور اس طرح مکتب پہنچ گئے، حالات کچھ ایسے بنے کہ وہاں نہ پڑھ سکے اور پھر ایک دوسرے مکتب میں پڑھنے کے لئے بٹھائے گئے، وہاں بغدادی قاعدہ پڑھا، آپ کے ماموں نے تعلیم ترک کردی تو آپ کا پڑھنا بھی موقوف ہوگیا، کچھ دن بعد ایک پرائمری اسکول آپ ہی کے گاؤں میں قائم ہوگیا تو آپ اس اسکول میں جانے لگے، درجہ دوم تک وہاں پڑھا پھر درجہ سوم کیلئے مانی کلاں کے ایک پرائمری اسکول میں داخل ہوئے۔

آپ کے والد ماجد سادہ مزاج، دیندار، پابند صوم وصلوۃ، پرانی وضع رکھنے والے، انگریزی دور سے شناسا اور انگریزیت کی زہرناکیوں سے واقف تھے، اس لئے آپ نے مناسب نہیں سمجھا کہ اپنے جگر گوشہ کو ایسی تعلیم دلائی جائے جس کی بنیاد کفر پر ہو اور جس کا حاصل صرف مادیات کا حصول ہو، ہندی انھیں پسند نہیں تھی کیونکہ ہندی اسکولوں میں بھی کفر اور شرک کی بھرمار ہے، چنانچہ حضرت شیخ مدظلہ نے خود اپنا ایک واقعہ تحریر فرمایا ہے کہ میں ایک دن ایک ہندی کتاب پڑھ رہا تھا جس میں لکھا تھا کہ ''طوطا رام رام کرتا ہے'' والد ماجد نے یہ سنا تو فرمایا کہ: ''بس بہت پڑھ لیا کتاب رکھ دو'' اور اس طرح آپ کی عصری تعلیم موقوف ہوگئی۔

ابتدائی دینی تعلیم فارسی سے سکندر نامہ تک علاقہ کے مکاتب میں حاصل کی، ابتدائی عربی سے مختصر المعانی، مقامات حریری، شرح وقایہ، نور الانوار تک کی تعلیم مدرسہ ضیاء العلوم مانی پور جون پور میں حاصل کی، اکثر کتابیں حضرت مولانا ضیاء الحقؒ سے، مولانا نور محمدؒ سے تعلیم الاسلام اور شرح جامی بحث اسم حضرت مولانا عبد الحلیمؒ ناظم مدرسہ ریاض العلوم گورینی سے پڑھیں۔

مظاہر کی خاموش تعلیم، یہاں کے اکابر واسلاف کی مشک بار تربیت، روح وروحانیت، اصلاح باطن، اذکار ومجاہدات، افکار وتخیلات، سادگی وقناعت، شرافت نفس اور تواضع وللّٰہیت کی نورانیت عالم میں اپنا شہرہ بلند کئے ہوئے تھی اور ہر خورد وکلاں یہ شعر گنگناتا تھا:

بڑا نام مشہور دار العلوم ❁ پڑھائی میں اوّل مظاہر علوم

یہی وجہ ہے کہ اس عہد میں طلبہ اولاً یہیں داخلہ کی خواہش وکوشش

کرتے تھے، اس سلسلہ میں بہت سے واقعات حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا مہاجر مدنیؒ کی ''آپ بیتی'' میں درج ہیں اور بعض واقعات ''پرانے چراغ'' سے بھی معلوم کئے جاسکتے ہیں۔

حضرت شیخ محمد یونس علیہ الرحمہ کے استاذ باکمال حضرت مولانا عبدالحلیمؒ خود اسی ادارہ کے فارغ وفاضل اور شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا مہاجر مدنیؒ کے مسترشد تھے، اسلئے حضرت والا کے مزاج اور طبیعت میں ''مظاہر'' سمایا ہوا تھا، چنانچہ ۱۵؍شوال ۱۳۷۷ھ ۵؍مئی ۱۹۵۸ء دوشنبہ کو آپ استاذ محترم کے اشارہ پر مظاہر علوم فروکش ہوئے، دفتر کی جانب سے داخلہ امتحان کیلئے فقیہ الاسلام حضرت مولانا مفتی مظفر حسینؒ کا نام نامی اسم گرامی تجویز ہوا اور حضرت موصوف نے حضرت مفتی صاحبؒ کو مختصر المعانی، شرح وقایہ، قطبی، مقامات حریری، نورالانوار کا امتحان دیکر کامیابی حاصل کی، ۱۳۷۸ھ آپ کا یہاں پہلا سال تھا، امسال آپ نے جلالین، ہدایہ اولین، میبذی اور سراجی وغیرہ سے اپنی تعلیم کا آغاز کیا۔

اگلے سال ۱۳۷۹ھ میں بیضاوی شریف، میر قطبی، ہدایہ ثالث، مشکوٰۃ، مقدمہ مشکوٰۃ، شرح نخبۃ الفکر، سلم العلوم اور مدارک پڑھیں۔

۱۳۸۰ھ میں بخاری شریف، مسلم شریف، ترمذی شریف، طحاوی شریف، نسائی شریف، ابوداؤد شریف، ابن ماجہ شریف، مؤطا امام محمدؒ، مؤطا امام مالکؒ اور شمائل ترمذی پڑھ کر پوری جماعت میں امتیازی نمبرات سے کامیاب حاصل کی، یہاں اس وقت اعلیٰ نمبرات ۲۰؍ تھے، آپ نے نہ صرف یہ کہ متعدد کتابوں میں ۲۱-۲۱؍نمبرات حاصل کئے بلکہ بعض کتابوں میں ۲۱½؍نمبرات ملے اور مجموعی طور پر بھی آپ کے نمبرات پوری جماعت میں سب سے زیادہ تھے، اس طرح آپ اپنے ساتھیوں میں شروع ہی سے ممتاز اور برتر قرار پائے۔

آپ نے بخاری شریف شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا مہاجر مدنیؒ سے، ابوداؤد شریف حضرت مولانا محمد اسعد اللہؒ ناظم مدرسہ سے، مسلم شریف حضرت مولانا منظور احمد خانؒ سے اور ترمذی ونسائی حضرت مولانا امیر احمد کاندھلویؒ سے پڑھیں۔

دورۂ حدیث شریف کے رفقاء میں حضرت مولانا سید محمد عاقل سہارنپوری مدظلہ، حضرت مولانا شجاع الدین حیدرآبادی، حضرت مولانا اجتباء الحسن کاندھلوی خصوصیت کے ساتھ قابل ذکر ہیں۔

زمانۂ طالب علمی میں فقیہ الاسلام حضرت مولانا مفتی مظفر حسینؒ نے آپ کی سرپرستی فرمائی، شفقت وکرم کا وہ معاملہ جو ایک باپ اپنے بیٹے کیساتھ رکھتا ہے، حضرت مفتی صاحبؒ نے آپ کے ساتھ فرمایا جس کا تذکرہ خود حضرت شیخ مدظلہٗ کبھی کبھی خصوصی مجلسوں میں بھی فرماتے رہتے تھے۔

فراغت کے بعد بھی آپ کے تقرر وترقی میں حضرت مفتی صاحبؒ کی شفقتیں اور نوازشیں شامل رہیں، چنانچہ مدرسہ کا قدیم ریکارڈ دیکھنے سے پتہ چلتا ہے کہ حضرت شیخ الحدیث ۱۳۸۱ھ کو بمشاہرہ ۷؍روپے عارضی معین مدرس مقرر ہوئے، یکم ربیع الثانی ۱۳۸۲ھ کو مستقل استاذ ہوگئے اور یکم شوال ۱۳۸۴ھ کو بمشاہرہ ساٹھ روپئے مدرس وسطیٰ تجویز کئے گئے۔

محترم مولانا محمد ایوب مظاہری سورتی حفظہ اللہ (ابن جناب قاری بندہ الٰہی میرٹھی) لکھتے ہیں: ''جن چار اساتذۂ حدیث کے سامنے آپ نے زانوئے تلمذ طے کیا اور دورہ کی تمام کتابیں پڑھیں، اگلے چار برسوں میں ان میں سے دو اساتذہ جوارِ رحمت میں پہنچ گئے، یعنی حضرت مولانا امیر احمد صاحب اور حضرت مولانا منظور احمد خان صاحبؒ اور دو اساتذہ حدیث یعنی حضرت مولانا شیخ زکریا اور حضرت مولانا محمد اسعد اللہ صاحب نے اپنے ضعف وپیری اور عوارض وامراض کی وجہ سے ترک تدریس کا فیصلہ کرلیا بالخصوص حضرت شیخ زکریاؒ کے قلب میں تو عشق ومحبت کی وہ چنگاریاں دبی ہوئی تھیں جو ان کو حرمین شریفین کے قیام وہجرت پر مجبور کررہی تھیں (اگر چہ شیخ الحدیث صاحب کے نواسے نے اپنی ایک تحریر میں حضرت کی مدینہ ہجرت کا مبنیٰ بعض تلامذہ کی جانب سے پیش آنے والی تکالیف کو قرار دیا ہے،

فیاأسفی علی خفة عقله مگران دونوں حضرات کے سامنے اپنے اکابر و بزرگوں کے لگائے ہوئے پودے ''مظاہر علوم'' کی فکر تھی کہ کہیں مخالف وتند ہواؤں میں اس پر کوئی آنچ نہ آئے، اس لئے اس کی آبیاری اور بنیاد کے مضبوط رکھنے کی فکر اپنے قیام سے زیادہ تھی ۔ (الیواقیت الغالیۃ فی تحقیق وتخریج الاحادیث العالیۃ ص:۱/ ۱۷)

یہ وہ زمانہ ہے جب تقریباً تمام پرانے چراغ گل ہو چکے تھے، شجر ہائے سایہ دار مرجھا چکے تھے، شگفتہ پھول کمہلا گئے تھے صرف دو اہم شخصیات باقی تھیں جو خود بھی چراغ سحر تھیں تاہم ان کے دل کی ہر دھڑکن مظاہر علوم تھا، ان کا ہر سانس ادارہ کا تحفظ و تشخص تھا، ان کی آہ سحر گاہی کا مرکز و محور مظاہر تھا، ایک عشق رسول میں مدینۃ النبی جانے کیلئے بے قرار تو دوسرا عشق الٰہی میں حضورِ رب کے لئے تیار اور اِدھر مظاہر جس کا ماضی نہایت شاندار لیکن مستقبل موہوم و مدھم یہ سوچ کر ان دونوں حضرات نے طے کیا کہ ناممکن ہے کہ ملت اسلامیہ بانجھ ہو جائے، ایسا نہیں ہوسکتا کہ مظاہر جیسا شجر سایہ دار خشک ہو کر قصۂ پارینہ بن جائے، چنانچہ مولانا محمد ایوب مدظلہ آگے لکھتے ہیں:

''کسی بھی ادارہ میں دو منصب اہم ہوتے ہیں ایک ناظم و مہتمم کا اور ایک شیخ الحدیث کا اور ان دونوں اکابر کے سامنے یہ منصب اس کے اہل کو سپرد کرنے کی فکر اور اس کا داعیہ تھا، اسلئے کہ وعید نبوی بھی ہے: ''اِذَا وُسِّدَ الْاَمْرُ اِلیٰ غَیْرِاَھْلِہٖ فَانْتَظِرِالسَّاعَةَ '' چنانچہ مناسبت واستعداد کو دیکھ کر حضرت اقدس مولانا مفتی مظفر حسین صاحبؒ کو ناظم مدرسہ کیلئے اور حضرت الاستاذ مولانا محمد یونس صاحب کو شیخ الحدیث کیلئے رفتہ رفتہ تیار کیا اور جب جس کا موقع آیا اس کو وہ منصب سپرد کر دیا گیا''۔ (الیواقیت: صفحہ۱/ ۱۷)

مناظر اسلام حضرت مولانا محمد اسعد اللہؒ اور شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا مہاجر مدنیؒ نے طے کیا کہ ان دونوں مسندوں کے لئے دو افراد ایسے تیار کئے جائیں جو اپنے اپنے مقام پر مکمل ہوں، چنانچہ نظام مدرسہ کیلئے ایک ایسی شخصیت کا انتخاب کیا جائے جو تدبیر و تدبر، حالات وشوؤن سے آگہی، واقعات و پس منظر سے واقفیت، روایات وتعامل کی معلومات، احکامِ وقتیہ کے نتائج وثمرات، فتن وفتنہ پردازوں کی سرکوبی کا ہنر رکھتا ہو، از میزان تا بخاری پڑھانے کا فن اپنے اندر سموئے ہوئے ہو، علو نسبت، صلاحیت وصالحیت، تقویٰ ودیانت اور امانت جیسی خوبیوں سے مرصع ہو تو مسند حدیث کیلئے امہات کتب کے علاوہ محدثین وفقہاء کے حالات، مختلف علوم وفنون پر دسترس، حضرت امام اعظم ابوحنیفہؒ اور ان کے تمام متبعین کے دلائل و براہین پر نظر، فقہ حنفی کا اثبات، زہد وقناعت، عبادت وریاضت، خاکساری ومسکنت، تواضع وفروتنی، مآخذ ومظان پر عبور کامل، دیگر مسالک وممالک کے علماء وصلحاء اور ماہرین کے تذکار سے روشناس ہو اور سب کی ابحاث پڑھنے، بتانے اور سنانے کے بعد اپنے مسلک ومشرب کی شاندار تشریح وتوضیح وغیرہ بنیادی مسائل ومعاملات پر مکمل گرفت رکھتا ہو۔

مجھے یہ کہنے اور لکھنے میں کوئی تأمل یا تردد نہیں کہ اکابر کا یہ انتخاب لاجواب تابناک اور روشن مستقبل کی ضمانت ثابت ہوا، حضرت مفتی مظفر حسینؒ جیسے بالغ نظر مفکر و مدبر اور صالح انسان کا مظاہر جیسی باوقار درسگاہ کے منصب نظامت پر فائز ہونا مشیت الٰہی تھا تو دوسری طرف شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد یونسؒ کا مسند حدیث کے لئے انتخاب بلاشبہ عنایت الٰہی ہے۔

شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا مہاجر مدنیؒ ایک دفعہ مدینہ منورہ سے تشریف لائے، مدرسہ کی عمارت دار الطلبہ جدید کی مسجد میں خطاب کے دوران فرمایا کہ میں نے تین دعائیں کی تھیں، ان میں سے دو دُعائیں قبول ہوگئی ہیں۔

(۱) مدرسہ کو اس کے شایان شان ناظم مل جائے، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے یہ دعا قبول فرمالی اور ''مفتی مظفر'' جیسا عالم اس ادارہ کا ناظم بنا۔

(۲) دوسری دعا میں نے یہ کی تھی کہ میرے شیخ حضرت مولانا خلیل احمدؒ کی ''بذل المجہوذ'' شائع ہو جائے، الحمدللہ وہ بھی شائع ہوگئی۔

(۳) تیسری دعا میں نے یہ کی تھی میرا انتقال مدینہ پاک میں

ہوجائے، آپ حضرات بھی دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ قبول فرمائے، الحمدللہ باری تعالیٰ نے حضرت شیخ الحدیثؒ کی یہ دعا بھی قبول فرمالی اور جنت البقیع میں جگہ ملی۔

بہرحال حضرت مولانا محمد یونسؒ کو حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا مہاجر مدنیؒ کی جانشینی کے لئے انتخاب محض عنایت الٰہی ہے، چنانچہ ۱۳۸۴ھ میں جب آپ کے استاذ حضرت مولانا امیر احمد کاندھلویؒ کا وصال ہوگیا تو آپ استاذ حدیث بنائے گئے، پوری تفصیل حضرت والا مدظلہٗ کے قلم سے آپ بھی پڑھتے چلیں۔

’’ذی الحجہ ۱۳۸۴ھ میں حضرت استاذی مولانا امیر احمد صاحب نوراللہ مرقدہٗ کے انتقال ہوجانے کی وجہ سے مشکوٰۃ شریف استاذی مفتی مظفرحسین ناظم اعلیٰ مظاہرعلوم کے یہاں سے منتقل ہوکر آئی جو ’’باب الکبائر‘‘ سے پڑھائی پھر آئندہ سال شوال ۱۳۸۵ھ میں مختصرالمعانی، قطبی، شرح وقایہ مشکوٰۃ شریف مکمل پڑھائی اور شوال ۱۳۸۶ھ میں ابوداؤدشریف، نسائی شریف، نورالانوار زیرِ تعلیم رہیں اور شوال ۱۳۸۷ھ سے مسلم، نسائی، ابن ماجہ مؤطین زیرِ درس رہیں، اس کے بعد شوال ۱۳۸۸ھ میں بخاری شریف و مسلم شریف وہدایہ ثالث پڑھائی‘‘۔ (الیواقیت الغالیہ صفحہ ۱۹/۲۰)

شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا کاندھلویؒ نے حضرت شیخ مدظلہٗ کے پہلے سال کی تدریس بخاری و مسلسلات کا ذکرِ خیر اپنی نامور البیلی کتاب ’’آپ بیتی‘‘ میں بھی کیا ہے۔

حضرت شیخ مولانا محمد یونس علیہ الرحمہ کی تدریس بخاری کا سلسلہ الحمدللہ بہت جلد علماء وخواص میں مقبول ہوتا چلا گیا، جب بخاری شریف کی تکمیل کا موقع ہوتا تو عوام وخواص کی حالت دیدنی ہوتی تھی، خود حضرت والا کو اگر معلوم ہوجاتا کہ حضرت شیخ الحدیث مہاجر مدنیؒ کی آمدان دنوں میں متوقع ہے تو بخاری کی ایک دو حدیث روک لیتے تاکہ حضرت شیخ الحدیث کاندھلویؒ سے ختم بخاری کرایا جائے، چنانچہ خود حضرت شیخ الحدیث مہاجر مدنیؒ ایک جگہ اپنی ’’آپ بیتی‘‘ میں تحریر فرماتے ہیں۔

’’سہارنپور واپسی پر معلوم ہوا کہ مولانا یونس صاحب نے بخاری کا ختم روک رکھا ہے، اس لئے حسبِ سابق دوشنبہ کی صبح کو ساڑھے نو بجے زکریا اور ناظم صاحب بھی پہنچ گئے، معلوم ہوا کہ ایک حدیث روک رکھی ہے، عبارت تو خود مولانا نے پڑھی، دعاء کے بعد زکریا اور ناظم صاحب تو واپس آگئے، اس کے بعد مولوی یونس صاحب نے سبق ختم کرایا، دعاء مولوی وقار صاحب نے کرائی اور اس کے بعد ناظم صاحب نے طلباء کو کچھ نصیحتیں فرمائیں (آپ بیتی: حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریاؒ) معلوم ہوا کہ ختم بخاری کا یہ شاندار اور جاندار سلسلہ حضرت شیخ الحدیث رحمۃ اللہ علیہ کے قدیم اور دیرینہ روایت ہے چنانچہ ایک اور موقع پر تحریر فرماتے ہیں کہ ’’۱۲/اگست ۷۵ء ۳/شعبان ۹۵ھ بخاری شریف کا ختم ہوا، اول ’’مسلسل بالأ ولیۃ‘‘ کی حدیث پڑھی گئی، اس کے بعد مولوی یونس نے بخاری کی آخری حدیث پڑھی، متن دونوں کا زکریا نے پڑھا، اس کے بعد کھانا کھایا‘‘۔ (آپ بیتی)

الیواقیت الغالیۃ فی تحقیق وتخریج الاحادیث العالیۃ کے جامع رقم طراز ہیں: ’’آپ کی علمی عظمتوں اور تدریسی صلاحیتوں کا اکابر نے اعتراف کیا بالخصوص آپ کے شیخ ومرشد محدث وقت حضرت مولانا محمد زکریا کاندھلوی ثم المہاجر المدنی نے آپ کو اس طرح حدیث شریف کے لئے تیار کیا جس طرح حضرت شیخ کو ان کے شیخ واستاذ حضرت مولانا خلیل احمد مہاجر مدنی نے تیار کیا تھا‘‘۔ (الیواقیت صفحہ: ۱/۱۶)

حضرت شیخ مہاجر مدنیؒ کو حضرت مولانا محمد یونس صاحب کی صلاحیتوں کا خوب اندازہ تھا جس کی ترجمان حضرت والاؒ کی یہ تحریر انیق ہے: ؎

ابھی کمسن ہیں وہ کیا عشق کی باتیں جانیں
عرضِ حال دلِ بیتاب کو شکوہ سمجھے

ابھی تدریسِ دورہ کا پہلا سال ہے اور اس سیہ کار کو تدریسِ دورہ کا اکتالیسواں سال ہے اور تدریس حدیث کا سینتالیسواں سال ہے، اللہ

تعالیٰ تمہاری عمر میں برکت دے اور مبارک مشغلوں میں تادیر رکھے جب سینتالیس پر پہنچ جاؤ گے تو ان شاء اللہ مجھ سے آگے ہو گے۔ فقط

(نوٹ: اس پرچہ کو نہایت احتیاط سے کسی کتاب میں رکھیں، چالیس سال کے بعد پڑھیں)

حضرت شیخ محمد یونس علیہ الرحمہ کو والد ماجد حضرت مولانا اطہر حسینؒ سے قلبی لگاؤ اور دوستانہ تعلق تھا، بارہا حضرت شیخ مدظلہٗ غربت کدہ پر والد صاحب سے ملاقات کیلئے تشریف لاتے اور دیر تک دونوں بزرگ محو گفتگو رہتے، کئی بار گھر کی معمولی سی دہلیز میں کپڑا بچھا دیا جاتا اور حضرت شیخ اس پر تشریف فرما ہو کر ناشتہ کرتے۔

جناب بھائی علاؤالدین صاحب سیفی محلہ یحیٰی شاہ پکا باغ سہارنپور اکابر کے منظورِ نظر اور اہل مظاہر کے خاص اہل تعلق میں تھے، اکثر ان کے یہاں دعوت ہوتی، جس میں اکثر علماء مظاہر تشریف فرما ہوتے، فقیہ الاسلام حضرت مفتی مظفر حسینؒ، والد محترم حضرت مولانا اطہر حسینؒ حضرت مولانا محمد یامین صاحبؒ، حضرت شیخ مولانا محمد یونس صاحب علیہ الرحمہ، مولانا بشیر احمد صاحبؒ اور مولانا انیس صاحب دیوبندی بالخصوص اس دعوت کے شرکاء ہوتے اور مولانا انیس احمد مرحوم سے اکثر مزاح بھی ہوتا جو بڑا دلچسپ اور کیف افزا منظر پیش کرتا۔

یہ بزرگانِ دین کھانے پینے میں بڑے محتاط اور ورع وتقویٰ کے خوگر تھے، اس لئے دعوت کے سلسلہ میں بہت محتاط واقع ہوئے تھے، کسی کی دعوت جلد قبول نہ فرماتے اگر تحقیق کے بعد حلال کا یقین ہو جاتا تو دعوت قبول کرنے میں سنت نبوی پر عمل پیرا ہوتے اور معمولی آدمی کی دعوت بھی قبول فرما لیتے اور اہتمام کے ساتھ اس میں شرکت فرماتے تھے۔

حضرت شیخ الحدیثؒ کبھی کبھی والد ماجد حضرت مولانا اطہر حسینؒ سے خوابوں کی تعبیر بھی معلوم کرتے اور والد صاحب کی بتائی ہوئی تعبیر کو دوسرے معبرین کی تعبیر پر ترجیح دیتے اور ان کے علم وتقویٰ کی بھی قدر فرماتے، ہر دو بزرگوں کے درمیان دیرینہ مخلصانہ ربط وتعلق برقرار رہا، دونوں ہی علم وعمل اور تقویٰ وطہارت میں آفتاب وماہتاب رہے۔

مولانا محمد ایوب صاحب نے حضرت والا کی درسی خصوصیات پر جن تأثرات کا اظہار کیا ہے وہ بلا مبالغہ مبنی برحقیقت ہیں: ''ہمارے حضرت الاستاذ کے درس حدیث میں ہم نے وہ پایا جو اور جگہوں پر نظر نہیں آیا، بخاری شریف کا درس کیا ہوتا ہے ایک بحر ناپیدا کنار، محدثین ومتکلمین، مفسرین وشراح کرام اور ائمہ جرح وتعدیل کے ناموں کی ایک فہرست ذہن نارسا میں نقش ہوتی جاتی ہے، رواۃ پر سیر حاصل کلام اور کوئی قول بغیر حوالہ کے نہیں اور کوئی حوالہ نقل در نقل نہیں بلکہ اصل تک پہنچنے کی کامیاب کوشش ہوتی ہے، شرح حدیث اقوال ائمہ، دلائل طرفین اور ان میں موازنہ وجہ ترجیح وغیرہ سب کچھ ہی بیان ہوتا گویا فتح الباری وعینی، قسطلانی وکرمانی سب ہی کا خلاصہ اور لب لباب ہمارے سامنے ہوتا، اس طرز تدریس کا فائدہ یہ ہوا کہ پڑھنے والوں میں ذوق تحقیق پیدا ہوا، لکھنے پڑھنے کا ایک ڈھنگ آ گیا اس وقت بے شمار مدارس عربیہ میں شیخ الحدیث اور اساتذۂ حدیث حضرت الاستاذ ہی کے شاگرد یا شاگردوں کے شاگرد ہیں جو پورے شرح وبسط اور اطمینان ووثوق کے ساتھ حدیث وعلوم حدیث کے نکات بیان کر رہے ہیں''۔ (الیواقیت صفحہ: ۱/ ۱۸)

آپ بچپن ہی سے نیک وصالح ہیں تقویٰ وطہارت آپ کی سرشت میں داخل ہے اور نظافت ونفاست آپ کا شعار ودثار رہے، اس لئے آپ شروع ہی سے حضرات اساتذہ کی دعاؤں کا خصوصی مرکز اور ان کی توجہات وعنایات کا ہمیشہ محور رہے، چنانچہ شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا مہاجر مدنیؒ نے آپ کو بیعت فرمایا تو ۵ محرم الحرام ۱۳۹۶ھ کو مناظر اسلام حضرت مولانا محمد اسعد اللہؒ نے اجازت وخلافت عطا فرمائی اور فقیہ الاسلام حضرت مفتی مظفر حسین نور اللہ مرقدہٗ گویا باپ کے درجہ میں رہے اور آپ کی ہر ممکن راحت کا خیال فرماتے رہے۔

مناظر اسلام حضرت مولانا محمد اسعد اللہؒ سے خلافت ملنے کا واقعہ خود حضرت والا کی زبانی سنتے چلئے: ''حضرت اقدس مولانا محمد اسعد اللہ

صاحب سابق ناظم اعلی مدرسہ مظاہر علوم نے بروز پنجشنبہ ۵/محرم الحرام ۱۳۹۶ھ میں ظہر کے بعد اجازت مرحمت فرمائی جس کا ازخود شہرہ ہوگیا، چونکہ احقر کا بیعت کا تعلق حضرت قطب العالم شیخ الحدیث کاندھلویؒ ثم المہاجر المدنی نوراللہ مرقدہ سے تھا اسلئے حضرت ناظم صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی اجازت کے بعد بھی اپنے حضرت نوراللہ مرقدہ سے ہی تربیت کا تعلق رہا اور بحمداللہ بالکل کبھی اجازت کا کوئی خیال بھی نہیں آتا تھا گو اہل اللہ کے ارشاد کی دل میں قدر تھی اور ہے‘‘۔

اسی سال ۵/ذی قعدہ کو حضرت شیخ محمد یونس علیہ الرحمہ شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا مہاجر مدنیؒ کی مجلس میں حسب معمول حاضر تھے، حضرتؒ نے آپ کو اپنے قریب بلایا اور فرمایا کہ ’’میرا ارادہ تین چار سال سے تجھے اجازت دینے کا ہے؛ لیکن تیرے اندر تکبر ہے‘‘۔

حضرت والا فرماتے ہیں کہ میں خاموش رہا اور الحمدللہ حضرت کے کہنے پر طبیعت پر ذرہ برابر اثر نہیں ہوا، اس کے بعد میں نے عرض کیا کہ حضرت والا کو حضرت ناظم صاحب کی اجازت کا علم ہوگیا ہوگا؟ فرمایا کہ ’’ہاں‘‘ میں نے عرض کیا کہ حضرت! میری سمجھ میں نہیں آیا کہ حضرت ناظم صاحب نے کیوں اجازت دی؟ حضرتؒ نے اس پر کیا ارشاد فرمایا یاد نہیں رہا پھر فرمایا کہ ’’تجھے میری طرف سے اجازت ہے‘‘ اس طرح حضرت شیخ نسبت تھانوی ورشیدی دونوں کے جامع ہوگئے۔

حضرت شیخ علیہ الرحمہ کی سعادت اور خوش نصیبی کی معراج یہ ہے کہ تقریباً پچاس سال سے حدیث نبوی کی خدمت کرتے رہے، اس طویل عرصہ میں فضلاء مظاہر کی وہ تعداد جنہوں نے آپ کے سامنے زانوئے تلمذ طے کیا ہے وہ ہزار ہا ہزار ہیں جن میں سے بعض تو مرکزی اداروں میں شیوخ حدیث اور بعض دیگر اعلیٰ مراتب پر فائز ہیں۔

حدیث کی خدمت اور احادیث کے سلسلہ میں آپ کی معلومات کا دائرہ بہت ہی وسیع ہے جس کا اندازہ صرف اسی سے کیا جاسکتا ہے کہ شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا بھی بعض علمی سوالات آپ سے کرتے تھے، حضرت مولانا ابوالحسن علی میاں ندویؒ، حضرت مولانا عبیداللہ بلیاویؒ اور خدا جانے کتنے اعاظم رجال نے تحقیقی سلسلہ میں آپ سے رجوع کیا ہے گویا آپ معرفت متون حدیث واسماء رجال کی شناخت بن چکے ہیں اور مظاہر کا وہ تفوق جو اس کو حدیث کے سلسلہ میں حاصل ہے، آپ نے اس کو تمام اقدار وروایات کے ساتھ برقرار رکھا ہوا ہے۔

ایک محدث کے لئے جو شرائط ہوسکتی ہیں حضرت والا کے اندر بحمداللہ وہ تمام شرائط اور صفات ومیزات بدرجہ اُتم موجود تھیں، احوال زمانہ پر اطلاع جو ایک عالم دین کیلئے انتہائی ضروری ہے، حضرت شیخ کو وافر مقدار میں حاصل ہے، حیرت ہوتی ہے کہ ایک گوشہ نشین، زاہد وقانع، اور مستغنی شخص کتب حدیث وتفسیر اور اس کے متعلقہ علوم وفنون پر کامل دسترس کے علاوہ مختلف ملکوں کے حالات، ماحول اور وہاں کی اقدار وروایات اور تحریکات تک سے واقف ہے، چنانچہ اس کی صرف دو مثالیں تحریر ہیں۔

’’سری لنکا‘‘ کے ایک شیخ الحدیث بغرض حصول اجازت حدیث حاضر خدمت ہوئے، حضرت والا نے ایک حدیث کی تلاوت فرما کر اجازت عنایت فرمائی، اس کے بعد سری لنکا کی شخصیات و حالات، مزاج، رہن سہن، بودوباش پر بھی گفتگو فرمائی۔

’’ملیشیا‘‘ کے ایک محدث حاضر خدمت ہوئے ان کو اجازت حدیث عطا فرمائی پھر وہاں کی تحریکات، مذاق ومعیار، شخصیات، جغرافیائی کیفیات اور حالات کا اس طرح تجزیہ کیا جیسے وہ نگاہ کے سامنے ہوں، مجلس میں بیٹھنے والے متحیر تھے کہ ایک گوشہ نشیں پوری دنیا کے حالات پر کس طرح نظر رکھتا ہے‘‘۔ (الیواقیت صفحہ:۱/ ۱۸)

تقویٰ اور پرہیزگاری میں بھی آپ مثالی شخصیت کے حامل ہیں، مدرسہ کے خلفشار کے بعد سے آپ نے تنخواہ لینا ترک فرمادیا، آپ الحمدللہ ملک وبیرون ملک کے اسفار کے علاوہ حج وزیارت کی سعادت سے کم وبیش ہر سال مشرف ہوتے رہتے تھے۔

ملی ہمدردی وخیرخواہی کے سلسلہ میں آپ کے بے شمار واقعات ہیں، چنانچہ دوسال پہلے مظفر نگر فسادات میں سیکڑوں مسلمان شہید اور

ہزاروں افراد بے گھر ہوگئے تھے، مدرسہ نے مصیبت زدگان کے لئے اہل خیر سے تعاون کی اپیل کی، فسادزدہ لوگوں تک براہ راست امدادی سامان پہنچانے کا نظام بنایا گیا، سہارنپور کے غیور، باہمت وباحمیت مسلمان جوالحمدللہ مدرسہ کی ہرآواز پراٹھ کھڑے ہوتے ہیں اس موقع پربھی انہوں نے دامے، درمے، قدمے، سخنے تعاون کیا، مہمان خانے کے کشادہ ہال اوروسیع صحن سازوسامان سے بھر گئے، کتنی ہی مرتبہ بڑے بڑے ٹرکوں کے ذریعہ مدرسہ کے عملہ کووہاں بھیج کرسامان تقسیم کرایا گیا، جب یہ خبرحضرت شیخ الحدیث مولانا محمد یونس علیہ الرحمہ تک کشاں کشاں پہنچی توحضرت والانے اپنا تمام نیا پرانا سامان یہاں بھجوانے کے علاوہ فسادزدگان کیلئے خطیررقم بھی ارسال فرمائی، اسی طرح دوران سفرحضرت والا کو جو ہدایا اورتحائف ملتے ہیں وہ کتنے ہی اہمیت کے حامل کیوں نہ ہوں، مختلف مدارس میں تقسیم فرمانے کا معمول ہے جوخداداد جودوسخا کا رہین منت ہے۔

ملک وبیرون ملک کے مختلف علماء کبارنے آپ سے وقتاً فوقتاً جوعلمی سوالات کئے اورآپ نے ان کے محققانہ جوابات تحریرفرمائے وہ تمام جوابات کاپیوں کی شکل میں محفوظ تھے، اللہ تعالیٰ نے بعض اہل علم کواس کی توفیق عطافرمائی کہ انہوں نے ان علمی شہ پاروں کو یکجامرتب ومدون کرکے شائع کردیاہے، چنانچہ جناب مولانا محمدایوب سورتی کی کوششوں سے یہ بیش قیمت مجموعہ ’’الیواقیت الغالیہ فی تخریج احادیث العالیہ‘‘ کے نام سے کئی جلدوں میں شائع ہوچکاہے اوربعض اہل علم کی کوششوں سے فن کے اعتبارسے الگ الگ اجزاء شائع ہورہے ہیں اس سلسلہ میں ’’نوادرالحدیث‘‘ کے نام سے ایک جزء بھی شائع ہوچکا ہے، اس کے علاوہ کئی مفید تالیفات اورتقاریر شائع ہوچکی ہیں جن میں ’’تخریج احادیث مجموعہ چہل حدیث‘‘ ’’فیوض سبحانی‘‘ وغیرہ منظرعام پرآچکی ہیں۔

بہت سے علمی شہ پارے ہنوز پردۂ خفامیں ہیں جن میں سے مقدمہ ہدایہ، سوانح حضرت عبداللہ بن زبیرؓ، مقدمہ بخاری، الیواقیت واللآلی، جزء حیات الانبیاء، تخریج احادیث اصول الشاشی، مقدمہ مشکوٰۃ، مقدمہ ابوداؤد، جزء معراج، جزء المحراب، جزء رفع الیدین، جزء قراءت، ارشادالقاصدالی ماتکررفی البخاری واسنادواحد، قابل ذکر ہیں، تعلیم وتعلم کے بابرکت سلسلہ کے علاوہ بیعت وارشادکا مبارک سلسلہ بھی جاری تھا اورملک وبیرون ملک کی بعض اہم مقتدر شخصیات آپ کے ذریعہ سلوک کی منزلیں طے کررہی تھیں، خلفاء ومجازین کی بھی ایک بڑی تعداد ہے۔

راقم الحروف کوبھی حضرت کے سامنے زانوئے تلمذ طے کرنے کا شرف حاصل رہااورحضرت سے غیرمعمولی استفادہ کاموقع ملاہے، طبعی طورپرحضرت سے زمانہ طالب علمی سے ہی مناسبت رہی، احقر کو حدیث شریف سے شغف اوراس سے مناسبت درحقیقت فقیہ الاسلام حضرت مفتی مظفرحسینؒ، شیخ الادب حضرت مولانا اطہرحسینؒ کی توجہات سامیہ کے علاوہ حضرت شیخ کے تلمذاوران سے استفادہ کا ہی نتیجہ ہے، طبعی مناسبت اورقلبی انسیت کاثمرہ ہے کہ ہفتہ عشرہ میں عموماً زیارت منامی حاصل ہوتی رہتی ہے، بعض منامات میں حضرت کے احوال رفیعہ سے آگاہی کاحصول بھی اسی مناسبت کا نتیجہ ہے، گذشتہ سالوں میں حضرت علالت کے دوران جب مدینہ منورہ زیرعلاج تھے، لوگوں پرمایوسی طاری تھی اورحضرت کی مزیدحیات کی بظاہرکوئی امیدنہ تھی، اس وقت احقرکودعا کی سعادت نصیب ہوتی رہی اوراسی ضمن میں منجانب اللہ یہ بشارت مل گئی کہ ابھی حضرت والا بقیدحیات رہ کر مزیدخدمت حدیث کامبارک مشغلہ جاری رکھیں گے۔

افسوس کہ آسمان علم وہدایت کا یہ نیرتاباں آج ۱۷؍شوال المکرّم ۱۴۳۸ھ مطابق ۱۱؍جولائی ۲۰۱۷ء بروز سہ شنبہ میڈی گرام ہسپتال سہارنپورمیں ہمیشہ ہمیش کے لئے غروب ہوگیا۔

چراغ لاکھ ہیں لیکن کسی کے بجھتے ہی
برائے نام بھی محفل میں روشنی نہ رہی

* * *

نقوش

حضرت مولانا محمد یونس صاحب جونپوریؒ

اپنی محدثانہ شان اور علمی زندگی کے آئینہ میں

مولانا محمد اکرم ندوی آکسفورڈ، یوکے

یہ مضمون مولانا محمد اکرم صاحب ندوی مقیم آکسفورڈ (یوکے) نے حضرت شیخ مولانا محمد یونس صاحب نوراللہ مرقدہ کی حیات مبارکہ میں ۳؍رجب ۱۴۳۱ء میں لکھا تھا، مضمون کی اہمیت وافادیت کی وجہ سے خصوصی اشاعت میں شامل کیا جارہا ہے۔ (ادارہ)

استاد محترم (۱) ومخدوم معظم شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد یونس جونپوری ثم سہارنپوری کی صحیح بخاری کی تقاریر پر اظہار خیال سعادت وعزت افزائی ہی نہیں بلکہ ایک بڑی ذمہ داری اور علمی جرأت ہے، اس وقت علم حدیث کے میدان میں عالم اسلام کے تمام حصوں میں بشمول بلاد عربیہ آپ کی نظیر نہیں، علم حدیث میں آپ کا انہماک اسلاف کے شغف علمی کی یاد تازہ کرتا ہے، علم آپ کا گوشت پوست ہے، علم آپ کی رگوں میں خون کی طرح جاری وساری ہے، علم ہی آپ کی غذا ہے اور علم ہی آپ کی تفریح اور وہی آپ کا اوڑھنا اور بچھونا۔

آپ کا تعلق جونپور کے ایک گاؤں گورینی سے ہے، مشرقی یوپی کی مشہور درسگاہ ''ریاض العلوم'' یہیں واقع ہے، جسے حضرت مولانا عبدالحلیم صاحب نوراللہ مرقدہ نے تقریباً تیس سال پہلے قائم کیا تھا، اور جس سے ہر سال سینکڑوں طلبہ فیضیاب ہوتے ہیں، جونپور کا خطہ علم وفضل کے لئے ہمیشہ مشہور رہا ہے، شاہجہاں نے ایک بار فرمایا تھا جونپور شیراز ما است اور شاہجہاں ہی نے جونپور کو ''دارالعلم'' کا خطاب دیا، بقول مولانا صفی لکھنوی: ؎

جونپور ارباب علم وفضل کے دارالسرور
کہتے تھے شیراز ہند اکثر تجھے اہل شعور

جونپور کی علمی تاریخ پر بہت کچھ لکھا گیا ہے، علامہ سید سلیمان ندویؒ نے حیات شبلی کے مقدمہ میں بڑی تحقیق کے ساتھ جونپور کی علمی تاریخ پیش کی ہے، ان تفصیلات کی اس مختصر تحریر میں گنجائش نہیں، درج ذیل اشعار جونپور کے تابناک ماضی کے آئینہ دار ہیں: ؎

جنت عدن جونپور بود
کاندر آنجا مقام حور بود
مسکن علم وفضل ودانش ورائے
نبود آنجناں بملک خدائے
فخر ہر کس درو بعلم وہنر
بے ہنر اندر و نیا بدفر
گلشن جونپور خرم باد
واندرو ہر کہ ہست بیگم باد
دست او سر بسر گلستاں باد
جائے مستان می برستان باد

آپ کا اسم گرامی کان میں اس وقت پڑا جب سنہ ۱۳۹۲ہجری میں ۹؍سال کی عمر میں مدرسہ ضیاء العلوم مانی کلاں میں فارسی کی پہلی جماعت میں پڑھ رہا تھا، ہمارے خاص استاد مولانا عبدالعلی مانوی مدظلہ تھے جن سے ہم نے گلستاں، بوستاں اور یوسف زلیخا وغیرہ پڑھی، آپ اور مولانا عبدالعلی صاحب ہم سبق تھے اور یہیں مدرسہ ضیاء العلوم میں متوسطات تک کی تعلیم حاصل کرنے کے بعد مظاہر علوم سہارنپور سے تکمیل کی اور وہیں بحیثیت مدرس آپ کا تقرر ہوگیا، چند سالوں میں اس عظیم درسگاہ کی سب سی بڑی مسند علمی یعنی شیخ الحدیث کے عہد پر

فیضیاب ہوئے، قدرتی طور پر مدرسہ ضیاء العلوم میں اس کا چرچا تھا، مدرسہ کے لئے بڑے فخر وناز کی بات تھی کہ اس کا ایک طالب علم ترقی کرکے اس عظیم منصب تک پہنچ جائے، مدرسہ کی فضا میں آپ کا تذکرہ اپنے اساتذہ اور اونچی جماعتوں کے طلبہ سے سنتا، جس سے آپ کی عظمت کے نقوش ابتداء ہی سے دل میں پیوست ہوگئے۔

سنہ ۱۳۹۹ ہجری میں یہ عاجز بسلسلہ تعلیم دارالعلوم ندوۃ العلماء سے منسلک ہوگیا، یہاں طالب علمی کے دوران کثرت سے آپ کا نام سنتا رہا، آپ کے مختلف شاگردوں سے ملاقاتیں ہوئیں، اوران طلبہ کے ذریعہ آپ کی بخاری کی تقریرات دیکھنے کا بھی موقع ملا، شیخنا الجلیل حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی رحمہ اللہ علیہ کی مجالس میں بھی آپ کا ذکر سنتا اور غالباً حضرت مولانا نے ایک بار فرمایا کہ آپ کے پاس کوئی علمی استفسار لکھ کر بھیجا جس کا تشفی بخش جواب آیا۔ (۲)

دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ میں آپ کی زیارت بھی نصیب ہوئی، آپ نے یہاں اپنے وطن سے واپسی پر یا وطن جاتے ہوئے ایک دو روز کے لئے قیام کیا تھا، ندوہ میں ہر طرف آپ کی آمد کا چرچا ہوگیا اور طلبہ آپ کی زیارت کے شوق میں مسجد اور مہمان خانہ کے آس پاس جمع ہوگئے، دوسرے طلبہ کے ساتھ مجھے بھی مصافحہ کرنے کا شرف حاصل ہوا، لباس کی سادگی اور زہد کا یہ انداز دیکھ کر طبیعت پر بڑا اثر ہوا: ۔

علی ثیاب لو تباع جمیعها
بفلس لکان الفلس منهن اکثراً
وفیهن نفس لو یقاس ببعضها
نفوس الوری کانت أجل وأکبرا

آپ کے درس میں شرکت کا اس وقت اتفاق ہوا جب کہ چند سال پہلے ختم بخاری کے سلسلہ میں آپ دارالعلوم لندن میں مدعو تھے، یہ عاجز آکسفورڈ سے چند دوستوں کے ساتھ حاضر ہوا، دارالعلوم حاضرین سے بھرا ہوا تھا، آپ نے درس کی ابتداء "حدیث الرحمہ المسلسل بالاولیة" سے کی، بڑی خوشی ہوئی کہ آپ سے سب سے پہلے یہ حدیث سن کر اولیت حقیقت کا تسلسل حاصل ہوگیا، آپ نے اپنی مشہور سند "عن شیخ الحدیث الامام محمدزکریا الکاندهلوی، عن العلامة الفقیه المحدث خلیل احمد السهارنفوری، عن العلامة الشیخ عبدالقیوم البرهانوی، عن محمداسحاق الدهلوی، عن جده لامه عبدالعزیز الدهلوی، عن والده کوکب الدیار الهندیة الامام احمد بن عبدالرحیم المعروف بولی الله الدهلوی" بیان کی، اس کے بعد اس عصر کے عظیم مسند علامہ یاسین الفادانی کا تذکرہ کیا، اوران سے اجازت نہ حاصل کرنے پر اپنے افسوس کا اظہار کیا، جب کہ آپ کے شاگردوں کو علامہ فادانی سے اجازت حاصل ہے، بعد میں آپ نے فادانی کے شاگرد سے مسلسل بالاولیۃ سنی اور اجازت لی، فادانی کی سند بیان کرنے کے بعد آپ نے فرمایا کہ ''السماع رزق''۔

عام طور سے برصغیر کے علماء ومشائخ علامہ فادانی اور عالم عرب کے دیگر مسندین سے ناواقف ہیں، استعجاب ہوا کہ آپ کو فادانی سے اچھی واقفیت ہے اور اس سے زیادہ آپ کی تواضع کے گہرے نقوش ذہن پر ثبت ہوگئے کہ آپ نے روایۃ الاکابر عن الاصاغر کی سنت کا احیاء کرتے ہوئے فادانی کے ایک شاگرد سے اجازت حاصل کی، اس واقعہ نے آپ کی عظمت کا یہ اہم وصف نمایاں کردیا اور آپ کو محدثین کے مشہور قول "لا ینبل الرجل حتی یاخذ عمن هو فوقه، وعمن هو مثله وعمن هو دونه" کا مصداق پایا، اگر فادانی زندہ ہوتے تو فادانی کے لئے فخر کی بات ہوتی کہ آپ ان سے اجازت لیں، جو لوگ فادانی سے واقف ہیں وہ گواہی دیں گے کہ علم وفضل میں اور خاص طور سے علم حدیث پر کاملانہ قدرت میں آپ فادانی اور فادانی کے شیوخ سے بدرجہا فائق تھے، آپ کی تواضع کی ایک دوسری مثال اس وقت سامنے آئی جب کہ چند سالوں پہلے آپ نے لیسٹر جا کر حضرت مولانا احمد علی صاحب لاجپوری سورتی سے اجازت حاصل کی، آپ کے اس طرز عمل میں عبرت ہے، ان بہت سے علماء کے لئے جو نازل

اسانید پر قانع ہیں، اور اپنے سے اعلی اسانید کے حامل علماء ومشائخ سے استفادہ کرنے میں عار محسوس کرتے ہیں، حالانکہ حدیث سے اشتغال رکھنے والے متقدمین ومتأخرین کا اتفاق ہے: النزول شؤم

اس کے بعد آپ نے بخاری شریف کی آخری حدیث کے متعلق عالمانہ اور محققانہ درس دیا، تقریر کی سلاست وروانی اور فصاحت وبلاغت "كأن حديثها سكر الشراب" کا عکس تھی، اس درس کے خاتمہ پر آپ کے متعلق جو تأثرات ذہن میں قائم ہوئے وہ ذیل میں پیش ہیں:

(۱) آپ فن حدیث کے ماہر اور متبحر عالم تھے، عالمانہ شان آپ پر غالب تھی، اور یہی اسلاف کی عظیم خصوصیت تھی کہ ورع وتقوی اور زہد وصلاح میں کمال کے باوجود علم وتحقیق کے شرائط وآداب کے التزام میں کبھی کمی نہیں آنے دی، ہر بات مدلل پیش کرتے تھے اور اخبار واحادیث میں صحت وتدقیق کا پورا پاس ولحاظ رکھتے تھے، خود امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے بحث وتحقیق کی کن کن باریکیوں کی رعایت کی ہے جن کی تہ تک پہنچنا ہم نااہلوں کے بس کی بات نہیں، بعض دوسرے حضرات کے یہاں بھی ختم بخاری کی مجالس میں شرکت کا اتفاق ہوا ہے لیکن سخت مایوسی ہوئی، غیر مستند قصے، منکر وموضوع روایات اور خوابوں کا انبار، اصح الکتب کے درس میں ہماری علمی سطحیت کس طرح بے نقاب ہوتی ہے، اس سے سر شرم سے جھک جاتے ہیں۔

(۲) آپ تصوف میں بھی عظیم مقام پر فائز ہیں، صوفیاء کے طرق وسلاسل اور مناہج واوراد سے کامل واقفیت ہے اور دو عظیم شیوخ حضرت مولانا اسعد اللہ اور حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کاندھلوی رحمہما اللہ سے اجازت وخلافت بھی حاصل ہے، لیکن عام مشائخ کے برعکس تصوف کی شطحات وخرافات سے کافی دور تھے بلکہ ان پر نکیر کرنا اپنا فریضہ سمجھتے تھے، آپ کے درس سے ہر ایک کو اندازہ ہوسکتا ہے کہ آپ کی نگاہ میں علم صحیح تصوف کے مقامات سے کس قدر اعلی وارفع ہے، حال ہی میں آپ کے مایہ ناز شاگرد فخر برطانیہ مفتی شبیر احمد صاحب نے ایک گفتگو کے دوران یہ قصہ سنایا کہ سہارنپور کے ایک سفر کے دوران کسی نے میرا تعارف کرایا کہ یہ فلاں شیخ کے خلیفہ ہیں، میں نے ان صاحب سے عرض کیا کہ آپ کو بات یاد رہی اور یہ بھول گئے کہ میں تیس سالوں سے حدیث شریف پڑھا رہا ہوں، سخت افسوس ہوا کہ علم کی قدر وقیمت دلوں سے نکل گئی، اس موقعہ پر استاد محترم حضرت مولانا سید سلمان الحسینی ندوی مدظلہ کی ایک بات یاد آ گئی، آپ کو بھی تصوف میں اپنے والد صاحب اور حضرت شاہ نفیس صاحب علیہ الرحمہ سے اجازت وخلافت حاصل ہے، ایک بار فرمایا کہ ایک عالم جو کسی مدرسہ میں طلب علم کے لئے پانچ چھ سال گزارتا ہے، اس سے بدرجہا بہتر ہے جسے کسی شیخ سے تصوف میں اجازت وخلافت حاصل ہوگئی ہو۔ (۳)

(۳) اس درس کے دوران ایک اہم بات یہ واضح ہوئی کہ آپ ''صحیح بخاری'' امام بخاری کی تصنیف کی حیثیت سے پڑھاتے تھے، آپ اس کی کوشش کرتے تھے کہ بخاری شریف کے ہر ترجمہ باب، حدیث اور بحث سے خود امام بخاری کا مقصود کیا ہے؟ اسے سمجھا جائے، حسن ترتیب اور متابعات وغیرہ میں امام بخاری نے کیا رعایتیں رکھی ہیں، اور جب امام بخاری کسی حدیث کی دوسری سند ذکر کرتے ہیں اس سے ان کا مقصد کیا ہوتا ہے، عام طور سے مدارس میں بخاری شریف کی خصوصیات نظر انداز کر کے سارا زور متن، ترجمہ، باب اور امام بخاری کے فقہی مسلک کی تردید پر صرف ہوتا ہے، نتیجہ یہ کہ طلبہ اس عظیم کتاب کی خصوصیات اور خوبیوں سے ناآشنا رہتے ہیں، اور انہیں اس معیار بحث وتحقیق کا بالکل اندازہ نہیں ہوتا جو امام بخاری کے عہد کا طرہ امتیاز ہے اور دنیا آج بھی اس کی نظیر پیش کرنے سے قاصر ہے۔

(۴) اس درس سے اندازہ ہوا اور آپ کی تقریرات بخاری سے بھی اس کی تائید ملی کہ بخاری فہمی میں آپ کسی کے مقلد نہیں بلکہ آپ کا محققانہ ذہن ہر موقع پر مناسب سوال پیدا کرتا ہے، پھر ممکنہ مراجع میں اس کا حل تلاش کرتے تھے، بسا اوقات عام مراجع سے آپ کی تشفی نہیں ہوتی، اور آپ تلاش وجستجو میں لگے رہتے تھے، یہاں تک کہ اللہ

تعالی کی مدد سے صحیح جواب کی طرف آپ کی رہنمائی ہوتی تھی، اور کبھی کبھی ایک اشکال کو حل کرنے میں کئی سال لگ جاتے تھے، اس درس میں بھی آپ نے ایک اشکال پیش کیا، اور عام شراح حدیث نے جو جوابات دیئے ہیں ان کا ذکر کرنے کے بعد آپ نے وضاحت کی کہ یہ جوابات تشفی بخش نہیں، پھر آپ نے تذکرہ کیا کہ گزشتہ سال اس کا ایک جواب آپ کے ذہن میں آیا، جس کا حاضرین کے سامنے آپ نے ذکر کیا۔

(۵) آپ کے درس کی ایک اہم خصوصیت یہ نظر آئی کہ آپ مسلک وفکر کے تعصب سے پاک تھے، دلیل کی پیروی کرتے ہیں، اور یہی ایک سچے محقق کی شناخت ہے۔

اس درس سے آکسفورڈ اس حال میں لوٹا کہ دل آپ کی محبت وعقیدت سے لبریز تھا، اور ایک چھپی خواہش دل میں کروٹیں لے رہی تھی کہ کاش آپ سے بخاری شریف پڑھی ہوتی اور کاش کہ آپ کے کچھ دروس میں شرکت کا اور آپ سے براہ راست استفادہ کا موقع میسر آجائے، الحمدللہ دو سال پہلے بخاری شریف کے ختم پر لندن آپ کی تشریف آوری ہوئی، آپ کی مجلس میں شرکت کی اور آپ کے قریب بیٹھنے اور براہ راست گفتگو کرنے اور استفادہ کا موقع ملا، آپ جیسے صاحب علم وفضل اور بلند پایہ محدث کے ساتھ قرب کے یہ لمحات اس عاجز کے لئے سرمایہ عزت وافتخار تھے، آپ کے سامنے ''الیانع الجنی'' کے کچھ صفحات پڑھے اور آپ سے حدیث کی اجازت عامہ حاصل کی، اس مجلس میں آپ کی گفتگو کا انداز حسب معمول عالمانہ ومحققانہ تھا، دوران گفتگو حافظ عبدالحیٔ الکتانی کی فہرس الفہارس کا تذکرہ آیا، اس عاجز نے جرأت سے کام لیتے ہوئے بعض باتوں کا اس طرح تذکرہ کیا کہ گویا آپ نے وہ کتاب دیکھی نہیں، لیکن فوراً احساس ہوگیا کہ آپ عبدالحیٔ الکتانی سے خوب واقف ہیں، اپنی جرأت پر بے انتہا شرمندگی اور ندامت ہوئی، اس دوران علامہ شبلی نعمانی کا تذکرہ آیا اور آپ نے علامہ کی تحقیقات اور انشاء پردازی کی دل کھول کر داد دی، شبلی کے متعلق عام طور سے علماء ومشائخ کے حلقوں او رمدارس میں تنگ نظری کی حدتک غلط فہمی پائی جاتی ہے، شبلی کا نام ان دیندار مجلسوں کے لئے اجنبی ہے، حیرت اور خوشی ہوئی کہ آپ جو کہ ہندوستان کی ایک عظیم درسگاہ کے شیخ الحدیث تھے علامہ شبلی کی قدردانی اور مقام شناسی میں شبلی کے کس مداح سے بھی کم نہیں، آپ کے بارے میں عدم تعصب کا جو تأثر تھا اس گفتگو سے اسے مزید تقویت ملی: ؎

رکھتے ہیں عاشقان حسن سخن
لکھنؤی سے نہ دہلوی سے غرض

گذشتہ سال مشفق مکرم مفتی شبیر صاحب کے مکان پر آپ کے بعض افادات دیکھنے کا موقع ملا اور مفتی صاحب نے ''الیواقیت الغالیۃ'' کی پہلی جلد کا ایک نسخہ بھی ہدیہ کیا، یہ احادیث نبویہ کے متعلق آپ کی عالمانہ اور محققانہ تحریروں کا مجموعہ ہے، جسے آپ کے شاگرد جلیل عالم صالح شیخنا المجیز مولانا محمد ایوب سورتی مدظلہ العالی نے بڑے اہتمام سے شائع فرمایا ہے، بڑے ذوق وشوق سے پوری کتاب پڑھی، کتاب کی ہر سطر نئی معلوم ہوتی تھی، کتاب پڑھنے سے آپ کی علمی عظمت کا سکہ دل پر جم گیا، وہم وگمان میں بھی نہیں تھا کہ اس عہد میں جب کہ علمی پستی کا ہر طرف رونا رویا جارہا ہے، کوئی ایسی کتاب تصنیف ہوسکتی ہے جو امام ابوالحجاج المزی، امام شمس الدین الذہبی اور حافظ ابن حجر عسقلانی کی یاد تازہ کردے، کتاب کی دوسری جلد بھی آگئی ہے، اس کے مضامین بھی پہلی جلد کی طرح محدثانہ تحقیقات کا نمونہ ہیں، عصر حاضر میں ایسی نادر علمی تحقیقات کسی اعجوبہ سے کم نہیں، آخری عہد کے جن علماء کی محدثانہ تحقیقات نے علمی حلقوں کو سب سے زیادہ متأثر کیا، وہ علامہ عبدالحیٔ فرنگی محلی، مولانا انور شاہ کشمیری، اور علامہ محمد زاہد الکوثری ہیں اور انصاف یہ ہے کہ محدثانہ اصول کی روشنی میں استاد محترم کے علمی جوابات بسا اوقات ان حضرات کی تحریروں سے فائق ہیں، ایسا محسوس ہوتا ہے کہ سمندروں کو کھنگال گئے ہیں، اس پر مزید یہ کہ انصاف واعتدال اور توازن کا دامن کہیں ہاتھ سے نہیں چھوٹتا، ان گراں قیمت

تحقیقات کے چند نمونے ہدیہ ناظرین ہیں:

سنن ترمذی کے باب مفتاح الصلاۃ الطہور کی سند میں سفیان سے سفیان ثوری مراد ہیں یا سفیان ابن عیینہ؟ اس سلسلہ میں مختلف شارحین کے اقوال کی مدلل تردید کرنے کے بعد پوری تفصیل سے واضح کیا کہ اس سند میں صرف سفیان ثوری مراد ہیں، ان تصریحات کے بعد ابن عیینہ ہونے کا احتمال ہباء منثورا ہوگیا، اورحق صراحتا ثابت ہوگیا: "ولا ینکره من کان الحدیث النبوی فنه "۔(الیواقیت جلد۱/صفحہ۵۴)

آپ کے استاذ حضرت شیخ الحدیث نے استفساراً آپ کے پاس لکھا: ''الابواب والتراجم'' ٹائپ والی کے صفحہ۳۲/ پر "سترة الامام سترة لمن خلفه" کے متعلق یہ لکھا ہے: ''للاوسط بضعف'' یہ عبارت میری تو نہیں ہوسکتی، کہیں سے نقل کی ہے، فتح الباری قسطلانی میں تلاش کرلی، کہیں یہ عبارت نہیں ملی، آپ کے ذہن میں ہو یا علم میں تو تحریر فرمادیں، آپ نے جواب دیا ''بظاہر یہ عبارت جمع الفوائد کی ہے، اس کے بعد کتب خانہ سے جمع الفوائد منگوا کر دیکھی تو خیال ٹھیک تھا "ولفظه (ص ٨٦) انس رفعه : سترة الامام سترة من خلفه، للاوسط بضعف"۔(الیواقیت جلد۱/۲۴۶)

صلاۃ الاوابین کی محدثانہ وعالمانہ تحقیق کے آخر میں فرماتے ہیں: ہمارے فقہاء نے عامۃً اوابین کے مصداق میں "رکعات سته بعد المغرب" ہی کا ذکر فرمایا ہے، مگر روایات کے پیش نظر صلاۃ الضحیٰ کا اوابین ہونا راجح معلوم ہوتا ہے، مگر یہ بھی ممکن ہے کہ یہ ساری ہی نمازیں صلاۃ الاوبین کا مصداق ہوں۔(الیواقیت جلد۲/صفحہ۱۷)

ایک سوال کہ جن صحابی سے ملاقات سے کیا کوئی تابعی شمار ہوسکتا ہے، کے جواب میں دلائل ذکر کرنے کے بعد اور یہ واضح کرنے کے بعد کہ جنات بکثرت دروغ گوئی کرتے ہیں اور ہمارے پاس ان کے صدق وکذب کا کوئی قطعی قرینہ نہیں، فرماتے ہیں ''لیکن قرن صحابہ گزر جانے کے بعد کسی جن صحابی کے دیکھنے سے بر تقدیر صحت میری ناقص رائے میں تابعیت کا شرف حاصل نہ ہوگا''۔(الیواقیت جلد۲/صفحہ۱۵۴)

تہذیب التہذیب سے بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ زہری کا عروہ بن زبیر سے سماع نہیں- کے جواب میں سیر حاصل محدثانہ گفتگو سے ثابت کیا کہ زہری عروہ بن زبیر کے مخصوص شاگردوں میں سے ہیں، مزید یہ ہے کہ تہذیب التہذیب میں سقوط واقع ہوا ہے، اصل عبارت کی تقریباً نصف سطر چھوٹ گئی اور " لکن لایثبت له السماع من عروة" سے یہ سمجھ میں آنے لگا کہ زہری کے عروہ سے سننے کا حافظ انکار کرتے ہیں، حالانکہ اصل ماخذ جہاں سے حافظ نے یہ کلام لیا ہے، یعنی ''کتاب المراسیل لابن ابی حاتم'' اس کے الفاظ یوں ہیں: " الزهری لم یسمع من ابان شیئا لا انه لم یدرکه، قد ادرکه وادرك من هو اکبر منه ، لکن لایثبت له السماع منه ، کما ان حبیب بن ابی ثابت لایثبت له السماع من عروة بن الزبیر ، وان کان قد سمع ممن هو اکبر منه "۔(الیواقیت جلد۲/صفحہ۲۷۳)

الیواقیت کی دوسری جلد میں حافظ ابن حجر کے بعض مسامحات جو فتح الباری وغیرہ میں ہیں ان کا بڑے مدللانہ انداز سے تذکرہ کیا ہے۔

اب چند سطریں آپ کی تقریرات بخاری کے متعلق عرض ہیں، اردو میں بخاری شریف اور دیگر کتب حدیث پر متعدد شرح وتقاریر شائع ہوچکی ہیں، جن کو دیکھ کر سخت مایوسی ہوتی ہے، نہ کوئی تحقیق اور نہ کسی مسئلہ پر عالمانہ ومحدثانہ کلام، صرف کہنہ وبوسیدہ مباحث کی تکرار اور ناقابل معافی غلطیوں کی بھرمار، حیرت ہوتی ہے کہ ان چیزوں کی اشاعت سے کون سی خدمت مقصود ہے؟ "جاء شاعر إلى بشار بن برد، فانشده شعراً ضعيفاً ، وقال له كيف تراه؟ فقال له: احسنت إذا أخرجته من صدرك لو تركته لأورثك الفالج"۔

اس میں شک نہیں کہ بخاری شریف کی شرح کا جو قرض اس امت پر صدیوں سے چلا آرہا تھا، اس قرض کی ادائیگی کی سنجیدہ علمی کوشش حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ نے کی ، حافظ بن حجر کی حدیث کے مختلف مجموعوں اور خاص طور سے اجزائے حدیث پر جو نظر تھی اس کی نظیر بہت کم ہے، بخاری شریف کی شرح میں ان سے خصوصی فائدہ اٹھایا، بخاری

شریف کی اسانید ومتون پر اعتراضات کا علمی جواب دیا اور امام بخاری کی منشا کو واضح کرنے میں پوری جدوجہد صرف کی اور ایک ایسی شرح تصنیف کی کہ آج تک اصول ستہ میں سے کسی کتاب کی ایسی شرح وجود میں نہیں آئی اور فتح الباری کے لئے یہ حدیث ضرب المثل بن گئی ”لاہجرۃ بعد الفتح“، یعنی فتح الباری کی تصنیف کے بعد سفر کی ضرورت نہیں رہی، اور یہ صحیح ہے کہ اس کے بعد اب تک بخاری شریف کی کوئی دوسری شرح اس پایہ کی نہیں آئی، عام طور سے بخاری شریف کے پڑھانے کیلئے فتح الباری ہی بنیادی مرجع رہی ہے، بلکہ بخاری شریف کو روایت ودرایت کے اصولوں کو مدنظر رکھ کر پڑھانے کا رواج کم رہا، زیادہ تر سماع، یا سماع کے ساتھ مختصر تشریح پر اکتفا کیا جاتا رہا ہے۔

علم حدیث کے متعلق برصغیر میں جن حضرات کے خصوصی کارنامے ہیں، ان میں شاہ ولی اللہ محدث دہلوی سرفہرست ہیں، آپ نے علم حدیث کو ہندوستان میں عام کیا اور حدیث کے معانی واسرار ونکات کے بیان میں آپ نے حجۃ اللہ البالغہ جیسی بے نظیر اور گراں مایہ کتاب تصنیف کی، اس کے بعد آپ کے صاحبزادے شاہ عبدالعزیز دہلوی نے حدیث کے حلقہ درس کو مزید وسیع کیا، آپ کے جانشین شاہ محمد اسحٰق دہلوی نے کتب حدیث کی تدریس میں فقیہانہ ومحدثانہ خصوصیات کی جامعیت کا حق ادا کیا، آپ کے سب سے زیادہ نمایاں شاگرد شاہ عبدالغنی محدث دہلوی تھے، آپ کا فیض عرب وعجم میں عام ہوا، سنت سے محبت اور بدعات سے نفرت میں آپ مجددی خاندان کے صحیح وارث تھے اور یہ ذوق آپ سے ہندوستان کے دو عظیم اماموں مولانا محمد قاسم نانوتوی اور مولانا رشید احمد گنگوہی رحمہ اللہ علیہما میں منتقل ہوا، سچ یہ ہے کہ صحاح ستہ کی تعلیم کو پورے ہندوستان میں رواج دینے کا سہرا حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی کے سر ہے، آپ کی ذات عابد وذاکر اور زاہد مرتاض ہونے کے علاوہ فقہ وحدیث کے میدان میں یکتا ولاثانی تھی، آپ کو سنت سے جو محبت اور بدعات سے جو نفرت تھی اس کی نظیر صدیوں میں نہیں ملے گی، اس امت میں مجددین کی فہرست کافی طویل ہے، لیکن ان میں حضرت سعید بن مسیب، سفیان ثوری، عبدالرحمٰن بن مہدی، احمد بن حنبل اور ابن تیمیہ خاص شان کے مالک ہیں، مولانا رشید احمد گنگوہی پر اصلاح وتجدید کی اس جماعت کا رنگ غالب ہے، اس حیثیت سے ہندوستان کی تاریخ اصلاح وتجدید میں مولانا گنگوہی کا کوئی ہمسر نہیں۔

آپ کے بعد حدیث کی محققانہ خدمت مولانا انور شاہ کشمیری کے حصہ میں آئی، اور فرنگی محل کے علماء میں حضرت مولانا عبدالحئی نے مختصر عمر میں حدیث وفقہ کی جو گرانقدر خدمات انجام دی ہیں، اشخاص تو اشخاص عام ادارے بھی ان کی مثال پیش کرنے سے عاجز ہیں۔

مذکورہ بالا حضرات کی علمی خدمات مسلم اور ان میں سے ہر ایک کی زندگی اور کارناموں پر متعدد جلدیں لکھی جاسکتی ہیں، لیکن شاید صحیح بخاری کے حوالہ سے ان حضرات کی تحقیقات کا وہ امتیازی مقام نہیں، بخاری شریف کو اس طرح پڑھانا کہ امام بخاری کے مقصد ومنشاء کی پوری ترجمانی ہو، بخاری کی سندوں کی خصوصیات اور متابعات کے فوائد، حدیث سے مسائل کے استنباط اور کتاب کے نکات ودقائق کی تہ تک پہنچنے اور ائمہ کے اختلاف ومذاہب اور ان کے دلائل وماٰخذ کو بیان کرنے کی غیر جانبدارانہ کوشش ہو، یہ چیز جس طرح استاد محترم کے حصہ میں آئی کسی کے یہاں اس جامعیت سے میسر نہیں، سنت کی محبت، بدعات سے نفرت اور تحقیق وعدم عصبیت میں آپ کو بے انتہا مشابہت ہے مولانا گنگوہی سے اور محدثانہ تحقیقات میں آپ مولانا عبدالحئی فرنگی محلی اور مولانا انور شاہ کشمیری سے قریب تر اور مجموعی طور پر خاص بخاری فہمی میں ان سب سے فائق۔ (۴)

جیسا کہ پہلے آچکا ہے، حافظ ابن حجر کی حدیث کے مجموعوں خاص طور سے اجزائے حدیث پر جو نگاہ ہے اس میں ان کا کوئی ہمسر نہیں، لیکن حافظ ابن حجر کو بخاری شریف کی محققانہ تدریس کا وہ موقع نہیں ملا جو موقع استاد محترم کو ملا، آپ چالیس سال سے زیادہ عرصہ سے بخاری شریف کو پوری تحقیق اور روایت ودرایت کے اصول کی روشنی میں پڑھا رہے

ہیں، جن حضرات نے بنظر غائر فتح الباری کا مطالعہ کیا ہے وہ اتفاق کریں گے کہ ابن حجر بخاری شریف کے بعض مشکل مقامات سے سرسری طور پر گزر گئے ہیں، بعض جگہوں پر صرف نقول جمع کرنے پر اکتفا کیا ہے اور بعض جگہوں پر ان کے ذہن میں کوئی سوال ہی نہیں پیدا ہوا، استاذ محترم نہ کسی کے مقلد جامد ہیں اور نہ کسی مقام سے سرسری طور پر گزرنے کے عادی، ابن حجر کی قدر دانی کے باوجود ان کی غلطیوں کی نشاندہی کرتے ہیں، جن مقامات سے ابن حجر اور دوسرے شراح حدیث سرسری طور پر گزر گئے ہیں یا جن کو نظر انداز کر دیا ہے انکی مکمل تحقیق کرتے ہیں۔

حافظ ابن حجر کے بعد بخاری شریف کے مقاصد کی تشریح میں اس پایہ کی کامیاب کوشش اتنی صدیاں گزر جانے کے بعد استاد محترم کے حصہ میں آئی، اور یہ کہنے میں کوئی جھجک نہیں کہ ''لا ہجرۃ بعد الفتح'' کا مقولہ کل تک فتح الباری کے لئے بالکل سچ تھا، لیکن اب نہیں: ؎

اس کو اگلوں پہ کیوں نہ دیں ترجیح
اہل انصاف غور فرمائیں
ہم نے سب کا کلام دیکھا ہے
ہے ادب شرط منہ نہ کھلوائیں
یونس نکتہ داں سے کیا نسبت
خاک کو آسمان سے کیا نسبت

ضرورت ہے کہ حدیث سے اشتغال رکھنے والے علماء اور طلباء مظاہر علوم سہارنپور کا سفر کریں، اور جو حضرات اس سفر پر قادر نہیں وہ حضرت شیخ الحدیث نوراللہ مرقدہ کی تقریرات بخاری سے فائدہ اٹھا سکتے ہیں، خاص طور سے وہ اہل علم حضرات جن کا صحیح بخاری سے برسوں سے اشتغال ہے، ان کے لئے شیخ الحدیث کی یہ مبسوط تقریرات بہت مفید ثابت ہوں گی اور وہی ان کی قدر کر سکتے ہیں:

حیف پر جاں سخن کر بہ سخن داں نہ رسد

حاشیہ جات:

(۱) اس عاجز کو حضرت مولانا کی باقاعدہ شاگردی کا شرف تو نہیں، لیکن الحمدللہ مولانا سے استفادہ کا موقع ملا اور آپ نے اجازت بھی عطا کی، جس سے شاگردی کا ادنی درجہ حاصل ہوگیا، اسی وجہ سے اس مضمون میں آپ کیلئے استاذ محترم کا لفظ استعمال کیا گیا، امید ہے اہل علم اس جرأت کو معاف فرمائیں گے، مولانا اس وقت علم و تحقیق کی جس بلندی پر فائز ہیں، آپ کی طرف انتساب فخر و اعزاز کی بات ہے، اس مناسبت سے ایک قصہ یاد آ گیا کہ ایک مرتبہ حضرت بشر الحافی نے فرمایا: ”حدثنا حماد بن زید، پھر کہا: استغفرالله ان لذكر الاسناد فی القلب خيلاء۔ (سیر اعلام النبلاء جلد ۷/ صفحہ ۴۶۱)

(۲) الیواقیت جلد ۲/ صفحہ ۳۵۴ م میں حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ کا ایک سوال درج ہے ”هل لما اشتهر فی خطب الجمعة من قوله الا إن الدنيا خلقت لكن وانكم خلقتم للآخرة اصل فی المرفوع او الموقوف ام لا؟ “ اس کے جواب میں آپ نے فرمایا: نعم! قال الغزالی فی الاحياء فی بيان ذم الدنيا، وقال صلى الله عليه وسلم فی بعض خطبه: المومن بين مخافتين ، بين اجل قدمضى لايدرى ماالله صانع به، وبين اجل قدبقى لايدرى ماالله قاض فيه، فليتزود العبد من نفسه لنفسه ،ومن دنياه لآخرته، ومن حياته لموته، ومن شبابه لهرمه، فإن الدنيا خلقت لكم وانتم خلقم للآخرة، والذى نفسى بيده مابعدالموت من مستعتب، ولا بعدالدنيا من دار الا الجنة او النار، انتهى ۔

قال الحافظ العراقی فی تخريج الإحياء (جلد ۳/ صفحه ۸٦) رواه البيهقی فی الشعب من رواية الحسن عن رجل من اصحاب النبی صلى الله عليه وسلم وفيه انقطاع، انتهى، وقال فی موضع آخر(جلد ٤/ صفحه ۹۱۵۱) اخرجه البيهقی فی الشعب من رواية الحسن عن رجل من اصحاب النبی صلى الله عليه وسلم وذكره ابن المبارك فی الزهد بلاغاً، وذكره صاحب الفردوس من حديث جابر، ولم يخرجه ولده فی مسند الفردوس، انتهى۔

(۳) یہاں صحیح تصوف پر تنقید مقصود نہیں، ہندوستان میں جس تصوف کے مولانا گنگوہی اور مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہما امین و داعی تھے وہ تصوف علم وفقہ کا تابع اور ربانیت کا مرادف، تنقید اس تصوف پر ہے جو علم سے بے نیاز و بیزار ہے اور جس میں سنت کے مقابلہ میں مختلف قسم کی روایات اور تقالید کا زیادہ احترام ہے۔

(۴) آپ کی بخاری فہمی کا ایک اہم ثبوت یہ ہے کہ آپ کے اساتذہ اور کبار علماء آپ کی طرف رجوع کرتے تھے، ایک مثال پیش کی جاتی ہے: آپ کے استاذ حضرت شیخ الحدیث مولانا زکریا کاندھلوی نے آپ کے پاس سوال بھیجا کہ بخاری شریف صفحہ ۱۰۸۰/ ”باب الاقتداء بسنن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم“ اور ”باب الاقتداء بافعال النبی صلی اللہ علیہ وسلم“ میں عموم وخصوص مطلق کے علاوہ کوئی اچھا فرق کرسکو تو اچھا، تاکہ دونوں ابواب کی غرض واضح ہوجائے، اس کے جواب میں آپ نے تحریر فرمایا: قال العبد الضعیف ” الفرق بين البابين من اربعة اوجه“ ذیل میں پہلی وجہ دی جاتی ہے، تفصیل اصل کتاب میں دیکھ لی جائے۔

الاول: ان الظاهر من الاحاديث المذكورة فی باب الاقتداء بسنن رسول الله صلى الله عليه وسلم ان المراد بالسنة السنن التی سنها رسول الله صلى الله عليه وسلم لامته تشريعاً على اصنافها المتنوعة من فرض او واجب أو سنة أو غير ذلك والمراد من باب الاقتداء بأفعال النبی صلى الله عليه وسلم الاقتداء بأفعاله التی لم تكن على وجه التشريع، ولايكون هناك دليل على كونها مخصوصة بالنبی صلى الله عليه وسلم“۔ (الیواقیت جلد ۱/ صفحہ ۱٦۸)

❖ ❖ ❖ ❖

مرثیہ

مرثیہ بروفات

حضرت مولانا شیخ محمد یونس صاحب جونپوریؒ

مولانا محمد ارشد ندوی جامعہ ازہر قاہرہ، مصر

إِنَّ السَّمَاءَ بَكَتْ وَالارْضَ قَدْ صَرَخَتْ ❁ كَأَنَّمَا زُلْزِلَتْ بِالْمَوْتِ دُنْيَانًا
كَأسُ الْمَرَارَةِ قَدْ زَادَتْ مَرَارَتَنَا ❁ وَاَغْدَقَ الْغَمُّ وَالَاحْزَانُ وُدِيَاناً
لَمَّا سَرَى نَعْيُهُ مِن كُلِّ نَاحِيَةٍ ❁ فَاضَتْ عُيُونُ جَمِيْعِ النَّاسِ طُغْيَاناً
شَيخُ الْمَشَائِخِ فِى عِلْمِ الْحَدِيْثِ لَهُ ❁ اَسْفَارُهُ شَيَّدَتْ لِلْعِلْمِ بُنْيَاناً
أَهْلُ الْحَدِيْثِ يَرَوْنَ الشَّيْخَ تَاجَهُمْ ❁ عَلَى رُؤوسِهِمْ نُورًا وعِرْفَاناً
كَمْ مِنْ نُفُوسٍ اَنَارَتْ مِنْ مَجَالِسِهٖ ❁ زَادَتْهُمْ بِالْهُدَى تَقْوَى وَإِيْمَاناً
لَهُ مَعَارِفُ فِى بَحْرِ الْحَدِيْثِ بِهَا ❁ مَضَى يُعَلِّمُ جِيلاً فَاقَ أَقْرَاناً
عِلْمُ الْحَدِيْثِ يُبَاهِى بِإِسْمِهِ دَهْرًا ❁ فَأوقَدَتْ رُوحُهُ بِالْحَقِّ تِبْيَاناً
فَلَا وَرَبِّكَ لَمْ تَفْتُرْ عَزِيْمَتُهُ ❁ فَشَرْحُهُ لِلْبُخَارِى إِمْتَدَّ أَزْمَاناً
يٰا مَنْ صَبَبْتَ كُؤوسَ الْعِلْمِ طَافِحَةً ❁ بِفَيْضِ عِلْمِكَ قَدْ أُتْرِعَتَ اَذْهَاناً
أَفْنَيْتَ عُمْرَكَ نِصفَ الْقَرْنِ مُصْطَبِراً ❁ اَعْددتَ لِلْعِلْمِ رُوَّاداً وفُرْسَاناً
قَضَيْتَ سِتِّيْنَ عَاماً تَجْتَنِىْ ثَمَراً ❁ مِنَ الْبُخَارِىْ وَقَدْ نَوَّرَتَ اَكْوَاناً
صَلَّتْ عَلَيْهِ نُفوسٌ فِىْ جَنَازَتِهٖ ❁ فِى مَوْكِبٍ لَجِبٍ قَدْ فَاقَ مَلْيُوناً
نَاسٌ قَدْ اِنْفَجَرَتْ دَمْعًا عُيُوْنُهُمْ ❁ بِمَشْهَدٍ صَخِبٍ قَدْ سَدَّ آذاناً
تُدَفَّقُوا مِنْ دُرُوبٍ ضَاقَ مَنْفَذُهَا ❁ بِرَكْبِهِمْ سَيَّرُوا أَرْضاً وَمَيْدَاناً
يٰانَفْسُ اِنْ كَثُرَتْ أَطْمَاعُهَا وَطَغَتْ ❁ فَلَا تَغْرِّى فَإِنَّ الْمَوْتَ يَغْشَاناً
اَلنَّفْسُ مَهْمَا تَطُلْ فَالْمَوتُ ذَائِقَةٌ ❁ إِنْ شِئْتَ فَاقْرأ كَلَامَ اللّٰهِ قُرْآناً
يٰانَفْسَ يُونُسَ قَدْ جَرَّعْتِنَا وَجَعاً ❁ مُبَرَّحاً لَايُطِيْقُ النَّاسُ سَلْوَاناً
يٰا نَفْسَ يُونُسَ نَرْجُو اللّٰه مَغْفِرَةً ❁ تُسْقِيْكِ مِنْ غَيْمِهِ فَيْضاً وَرِضْوَاناً
إِلَاهَنَا اَنْتَ غَفَّارٌ وَرَحْمَانٌ ❁ فَاسْكُبْ عَلَى قَبْرِهٖ رَوْحاً وَرَيْحَاناً

خودنوشت

حضرت شیخ یونس صاحبؒ کی کہانی، خود ان ہی کی زبانی

مولانا محمد حماد ندوی ناظم معہد الاسلامی و ایڈیٹر مجلّہ ''النصیحہ'' بھٹکل

حق تعالیٰ شانہ نے اپنے آخری دینِ متین کو حضرت خاتم النبیین محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل فرما کر اسے قیامت تک کے لئے محفوظ فرمانے اور اعداء دین کی شر پسندیوں سے بچانے کا خود ہی وعدہ اور انتظام فرما دیا ہے، چنانچہ ارشادِ ربانی ہے: ''اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّکْرَ وَاِنَّا لَہٗ لَحَافِظُوْنَ'' (سورۂ حجر: ۹) ہم نے یہ نصیحت نامہ اتارا ہے، اور ہم نے اس کی حفاظت کا ذمہ لیا ہے''۔

اور ارشاد ہے ''یُرِیْدُوْنَ لِیُطْفِئُوْا نُوْرَ اللّٰہِ بِأَفْوَاھِھِمْ، وَاللّٰہُ مُتِمُّ نُوْرَہٗ وَلَوْ کَرِہَ الْکَافِرُوْنَ''۔ (سورۂ توبہ: ۳۲)

یہ اپنے پروپیگنڈہ اور زبانی مہم کے ذریعہ اللہ کی روشنی بجھا دینا چاہتے ہیں، اور اللہ کا فیصلہ ہے کہ وہ اپنی روشنی کو مکمل کر کے رہے گا، چاہے ان منکروں کو کتنا ہی ناگوار کیوں نہ ہو''، اور اسی دین متین کی تشریح احادیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہیں، جن کے بارے میں فرمایا گیا کہ: ''اِنَّ عَلَیْنَا بَیَانَہٗ'' اس کی وضاحت وتفسیر بھی ہماری ذمہ داری ہے''۔

البتہ اسبابِ ظاہری کے طور پر اس کی حفاظت کا کام اپنے بندوں سے لیا، چنانچہ قرآن کریم کے الفاظ وحروف اور اس کو صحت سے پڑھنے کا التزام حفاظ وقراء کرام سے کروایا، اور اس کے معانی کی حفاظت مفسرین کرام سے اور احادیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی حفاظت محدثینِ عظام سے، اور دونوں سے معانی واحکام کا استنباط فقہاء کرام سے کروایا۔

حفاظت کے دو طریقے ہیں: (۱) حفظ۔ (۲) کتابت۔

چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے شاگردوں کی پہلی جماعت یعنی صحابہ کرام اور پھر درجہ بدرجہ خیر القران کے حافظہ اس قدر قوی تھے کہ جو سنتے مِن وعَن وہ محفوظ ہو جاتا، اور پھر انہیں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اس قدر محبت وعشق تھا کہ آپ کی ہر ہر ادا اور کیفیتِ بیان تک کو محفوظ رکھا، اور پھر اپنے تک ہی محدود نہیں رکھا، بلکہ اگلوں تک بھی پہنچا دیا، اور اس کا خود رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا، چنانچہ ارشاد ہے: ''أَلَا فَلْیُبَلِّغِ الشَّاھِدُ مِنْکُمُ الْغَائِب'' اور ارشادِ نبوی ہے: ''نَضَّرَ اللّٰہُ امْرَأً سَمِعَ مَقَالَتِیْ، فَحَفِظَھَا، وَوَعَاھَا، وَأَدَّاھَا کَمَا سَمِعَ، فَرُبَّ مُبَلِّغٍ أَوْعَی لَہٗ مِنْ سَامِعٍ'' پھر جب حفظ میں کمزوری آنی شروع ہوئی تو اس کی جگہ کتابت نے لے لی، اور کتابت حدیث بھی خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دور سے ثابت ہے، اور آج تک اس کا تعامل جاری ہے۔

اب ممکن تھا کہ کوئی فضائل کی تحصیل کے شوق میں ہر رطب ویابس روایت کرنا شروع کر دے، جس سے خلل فی الحدیث واقع ہو تو اس کا سدباب ''یٰأَیُّھَا الَّذِیْنَ آمَنُوْا اِنْ جَائَکُمْ فَاسِقٌ بِنَبَاٍ فَتَبَیَّنُوْا''۔ (سورۂ حجرات: ۶)

اے ایمان والو! اگر تمہارے پاس کوئی غیر متقی کوئی خبر لے کر آئے تو تحقیق کر لیا کرو'' کے عام حکم سے اور ''مَنْ کَذَبَ عَلَیَّ مُتَعَمِّداً فَلْیَتَبَوَّأْ مَقْعَدَہٗ مِنَ االنَّارِ'' کے خاص حکم سے کر دیا، جس کی وجہ سے ائمہ جرح وتعدیل اور محدثینِ کرام نے وضع حدیث کے تمام راستوں کو بند کر دیا، اور چودہ صدی گذرنے کے باوجود آج بھی صحیح وضعیف اور موضوع ومکذوب روایات میں امتیاز سہل ہو گیا۔

الحمد للہ ہر صدی میں ایسے اصحاب الجرح والتعدیل اور محقق علماء

محدثین موجود رہے، اور نہ صرف عرب اور اسلامی ممالک میں بلکہ عجم وہند میں ایسے علماء کثیر تعداد میں رہے ہیں، جنہوں نے محنت کر کے دودھ کا دودھ اور پانی پانی کر دیا۔

ماضی قریب میں حضرت علامہ انور شاہ کشمیری اور ان کے بعض تلامذہ، اسی طرح حضرت مولانا حبیب الرحمٰن اعظمیؒ اسی شان کے محدثین میں سے تھے۔

عہدِ حاضر میں حضرت مولانا شیخ محمد یونس صاحب جونپوری اسی سلسلہ کی ایک اہم کڑی تھے۔ (ماخوذ باختصار، ازعرض مرتب بر کتاب الیواقیت الغالیۃ، بقلم: محمد ایوب سورتی، ص: ۱۵و۱۶)

مولانا ایشیا کے عظیم الشان ادارہ جامعہ مظاہر علوم سہارنپور کی مسندِ درس پر تقریباً چالیس سال سے فائز رہے، اور ہزاروں تشنگانِ علم ومعرفت کی پیاس بجھاتے رہے۔

شیخ الحدیث حضرت مولانا زکریا صاحبؒ نے اپنی حیات ہی میں آپ پر اعتماد فرما کر بخاری شریف کی تدریس کی خدمت آپ کے سپرد فرمادی تھی، پھر کچھ دن کے بعد بیعت وارشاد کی بھی اجازت مرحمت فرمادی تھی۔

برصغیر میں بخاری شریف کا درس معیارِ فضل وکمال ہی نہیں، بلکہ علم وفضل اور تقدیس وپاکیزگی کا بھی امین سمجھا جاتا ہے، آپ کی ذاتِ گرامی یقیناً فضل وکمال، علم وعمل، تقوی وطہارت، صبر وقناعت، توکل ورضا، خوف وخشیت اور انابت الی اللہ کی ایک جامع ومکمل تصویر تھی۔

تمام علوم وفنون میں آپ کو مرجعیت کا مقام حاصل تھا، خصوصاً علمِ حدیث میں تو آپ ہندستان والیشیا ہی میں نہیں بلکہ پورے عالم اسلام میں اس وقت سند کا درجہ رکھتے تھے، بہت سے علماء ومحدثین مختلف مقامات سے حاضر خدمت ہوتے رہتے تھے، اور آپ سے حدیث کی سند حاصل کرتے تھے، نیز اپنے علمی اشکالات پیش کر کے ان کا حل طلب کرتے تھے، اور یہاں آکر انہیں تشفی ہوجاتی تھی، بہت سے علمائے عرب بھی آپ سے مراجعت کرتے تھے، اور بہت سے حدیث سے شغف رکھنے والے آپ سے سند حاصل کرنے کو اپنے لئے باعث فضل وکمال سمجھتے تھے۔

دیگر علوم وفنون کے مقابلہ میں حدیث کا علم غیر معمولی ہے، اس میں ان تمام رواۃ کے احوال سے باخبر ہونا ضروری ہے، جن کے ذریعہ یہ علم پہنچا ہے، پھر ان لکھوکھا افراد کی زندگی کی تفصیلات، ان کا مزاج ومذاق، ان کا کردار، معاصرین کا ان کے بارے میں خیال کہ وہ ثقہ یا کامل الضبط ہیں یا نہیں وغیرہ، یہ خود ایک مستقل فن ہے۔

اس فن پر آپ کی گرفت تھی، یہ فضل الٰہی اور امتیازی خصوصیت ہے جو حق تعالی شانہ کی طرف سے آپ کو ودیعت کی گئی تھی، متنِ حدیث، سندِ حدیث، اور حدیث کے مقتضیات ومطالبات اور اس کے معانی ومفاہیم پر نہ یہ کہ آپ کو گرفت تھی، بلکہ بفضل ایزدی اس کا القاء ہوتا تھا، آپ کی تحقیقات، روایت ودرایت پر نقد، وسعتِ مطالعہ اور متقدمین ومتاخرین کی کتابوں پر بھرپور نقد وتبصرہ اور علامہ ابن حجر عسقلانیؒ جیسے جبل العلم فی الحدیث کے مسامحات کا تذکرہ، یہ وہی شخص کرسکتا ہے جس نے پوری بصیرت، انہماک، عشق کے سوز اور مجتہدانہ فراست کے ساتھ پورے ذخیرۂ احادیث کو کھنگال ڈالا ہو۔

دراصل ابتدا ہی سے آپ نے علم حدیث کے ساتھ اشتغال رکھا، آپ خود فرماتے تھے کہ اگر مجھے کسی سے کچھ پیسے میسر آجاتے تو ان سے حدیث کی کتابیں خرید لیتا، اب آپ کی قیام گاہ پر اپنا ذاتی علم حدیث کا اتنا بڑا کتب خانہ ہے کہ شاید ہی برصغیر میں کسی کے پاس ہو۔

آخری دور میں تو آپ نے عوام وخواص سے کچھ ملنا جلنا بھی شروع کردیا تھا، اور آپ کی خدمت میں جو حاضر ہوتے، ان کی اصلاح وتربیت، تزکیۂ روحانی، اور ان کی اخلاقی حالت پر توجہ فرماتے تھے، ورنہ اس سے قبل تو آپ نے اپنے آپ کو درس ومطالعہ کے لئے وقف کر رکھا تھا۔

آپ کو صرف فن حدیث ہی پر مکمل گرفت نہیں، یہ تو آپ کی امتیازی خصوصیت تھی، بلکہ دیگر علوم وفنون، صرف ونحو، عروض ومعانی،

نقد و بلاغت، منطق و فلسفہ، کلام و عقائد، زبان و ادب، فقہ و تفسیر وغیرہ پر بھی مکمل درک تھا۔

آپ نے ابتدا میں حدیث کے علاوہ بھی بہت سی کتابیں پڑھائی ہیں، اور ان فنون کا حق ادا کیا ہے، اس کے علاوہ تاریخ و جغرافیہ، سیر و سوانح، اور قوموں و ملکوں کے حالات پر بھی آپ کی گہری نظر تھی، جب بھی مجلس میں کوئی موضوع زیر بحث آجاتا ہے اس پر سیر حاصل مواد میسر ہوتا تھا۔

برِصغیر، مشرق وسطی، عالمِ اسلام اور دنیا کے حالات پر آپ کی گہری نظر تھی، کسی بھی گوشہ میں جو حالات پیش آتے تھے، ان پر آپ کا دل دھڑکتا اور بے چینی محسوس کرتا تھا۔

خلاصہ یہ کہ حق تعالی نے آپ کو بے شمار خصائص و امتیازات عطا فرمائے تھے، ملت کو آپ کی ذات سے نفعِ کثیر حاصل ہو رہا تھا۔ (ماخوذ باختصار، الیواقیت الغالیہ، و: ۲۱ تا ۲۴)

آپ کے حالات زندگی آپ ہی کے دست مبارک سے "ایک خود نوشت مرقع" کے نام سے لکھے ہوئے ہیں، اسی کی تلخیص پر ہم اکتفا کرتے ہیں۔

ایک خود نوشت مرقع :

اسم گرامی: محمد یونس

ولادت: تاریخ پیدائش : صبح ۷/ بجے بروز دوشنبہ ۲۵ / رجب ۱۳۵۵ھ ۲/ اکتوبر ۱۹۳۷ء۔

طفولت وتعلیم :

ابتداءً جب عمر چھ سات سال کے مابین ہوئی، اپنے شوق سے ایک مکتب میں جانا شروع کیا، جس کی صورت یہ ہوئی کہ والدہ مرحومہ کا تو انتقال ہو گیا تھا، جبکہ میری عمر ۵/ سال ۱۰/ ماہ کی تھی، نانی کے پاس رہتا تھا، وہ چھوٹے ماموں کو مکتب جانے کیلئے مار رہی تھی، میرے منھ سے نکل گیا کہ ہم بھی پڑھنے جائیں گے، اسی وقت کھانا پک گیا اور ڈیڑھ میل پر ایک مکتب تھا جہاں بڑے ماموں کے ساتھ بھیج دیئے گئے، مگر راستہ میں تھک گئے تو ماموں نے کاندھے پر اٹھایا، تھوڑی دور چل کر اتار دیا، اسی طرح کبھی اٹھا لیتے اور کبھی اتار دیتے، سارا راستہ قطع ہو گیا مگر بچپن کی وجہ سے پڑھنا نہیں ہو سکا، صرف کھیل کود کام تھا، پھر ایک اور مکتب میں بیٹھے، وہاں کچھ قاعدہ بغدادی پڑھا، ماموں صاحب نے پڑھنا چھوڑ دیا تو ہمارا پڑھنا بھی چھوٹ گیا۔

پھر کچھ دنوں بعد ایک پرائمری اسکول ہمارے گاؤں میں قائم ہو گیا، اس میں جانے لگے، درجہ دوم تک وہاں پڑھا، پھر درجہ سوم کیلئے مانی کلاں کے پرائمری اسکول میں داخلہ لیا، سوم پاس کرنے کے بعد والد صاحب نے یہ کہہ کر چھڑا دیا کہ انگریزی کا دور نہیں اور ہندی میں پڑھانا نہیں چاہتا۔

ایک دلچسپ قصہ پیش آیا کہ میں اپنے طور پر ہندی کی پہلی کتاب پڑھ رہا تھا، اس میں لکھا ہوا تھا کہ "طوطا رام رام کرتا ہے" والد صاحب نے جب مجھ کو پڑھتے سنا تو فرمایا: "کتاب رکھ دو، بہت پڑھ لیا" اس کے بعد تقریباً دو سال تعلیم چھٹی رہی۔

علاقہ کا حال:

علاقہ میں عام طور سے جہالت تھی، لیکن عام طور پر لوگ صحیح العقیدہ اور دین کی طرف مائل تھے۔

میرے نانا مرحوم تو میری والدہ کی ولادت سے غالبًا پہلے وفات پا گئے تھے، پھر نانی مرحومہ کی دوسری شادی میرے دادا مرحوم کے بڑے بھائی سے ہوئی، جن کو ہم ساری عمر اپنا نانا سمجھتے رہے، اور وہ بھی ہمارے ساتھ ایسا ہی برتاؤ کرتے تھے، وہ بچپن سے نمازی اور دین دار تھے، عام طور سے بر مار رہا کرتے تھے، وہاں کوئی عالم رہتے تھے، جو حضرت حاجی صاحب نور اللہ مرقدہٗ کے سلسلے میں منسلک تھے، ان سے اچھا تعلق تھا، جس کا اثر یہ ہوا کہ ہمارے گاؤں میں تعزیہ بنتا تھا، جس میں ہمارے خاندان کے بعض لوگ شریک ہوتے تھے، سنا ہے کہ دادا مرحوم بھی شرکت کرتے تھے، مگر نانا مرحوم نے ڈھول وغیرہ توڑ ڈالے، اور اس بدعت کا ہمیشہ کیلئے خاتمہ ہو گیا۔

والد صاحب تو ہمیشہ ہی بدعت سے دور ہے؛ لیکن ایک چیز کو کوئی بھی بدعت نہیں سمجھتا تھا، وہ مولود شریف اور قیام تھا، حضرت اقدس مولانا عبدالحلیم صاحبؒ کی جب آمد ورفت شروع ہوئی تو ہمیشہ کے لئے اس کا خاتمہ ہوگیا۔

مجھے اپنے بچپن کا واقعہ یاد ہے جب میری عمر ۹/۱۰ر سال کی ہوگی، میں بچوں کے ساتھ مولود کی مجلس کرتا تھا، ہماری بیل گاڑی تھی، اس پر ہم عمر تین چار بچے جمع ہو جاتے، اور ہم سب سے بڑے علامہ سمجھے جاتے اور مولود پڑھتے اور پڑھتے کیا، صرف کھڑے ہو کر درود وسلام پڑھ لیتے اور اس کے بعد گھروں سے جو کھانا وغیرہ لاتے وہ مل کر سب کھا لیتے اور مجلس برخواست ہو جاتی۔

اپنے کو علامہ سمجھے جانے کا ایک دلچسپ قصہ لکھتا ہوں، میں اپنے گاؤں کے پرائمری اسکول میں پڑھتا تھا، نو سال کی عمر ہوگی، ماسٹر صاحب موجود نہیں تھے، تھوڑی دیر میں دیکھا ایک جنازہ قریب کے قبرستان میں لایا گیا اور اس کو دفن کیا جانے لگا، ہم نے سب لڑکوں سے کہا کہ ہم نے نماز جنازہ نہیں پڑھی، جلدی سب لوگ وضو کرلیں، سب نے وضو کیا اور ہم نے نماز جنازہ پڑھائی، نا معلوم کیا ہوا دوبارہ پڑھائی، غالباً سہ بارہ بھی، اور یہ سب مکتب میں ہو رہا تھا، جو اس وقت گاؤں سے باہر ایک شخص کی ایک عمارت میں تھا، جہاں ان کے بیل اور مزدور رہتے تھے۔

بچہ کا خطبہ، بڑے کی امامت:

ایک اور دلچسپ قصہ لکھ دوں، ہمارے گاؤں میں جمعہ ہوا کرتا تھا، ہم سب سے پہلے غسل کر کے پہنچ جاتے تھے اور خطیب صاحب کی نقل اتارا کرتے تھے، ایک مرتبہ اتفاق سے خطیب صاحب موجود نہ تھے اور گاؤں کے بڑے بوڑھے موجود تھے، جن میں میرے نانا بھی تھے، میری عمر ۹/۱۰ر سال سے زیادہ نہ ہوگی، کوئی پڑھا لکھا نہ تھا، صرف قرآن شریف پڑھے ہوئے تھے، اس کے علاوہ کچھ پڑھ نہیں سکتے تھے، حضرت عمرو بن سلمہ الجرمیؓ کی طرح ہم ہی اس وقت سب سے بڑے پڑھے لکھے تھے، ایک صاحب نے ہمیں حکم دیا: ’’چل منبر پر اور خطبہ پڑھ‘‘ ہم بے خوف چڑھ گئے اور خطبہ شروع کر دیا، ایک جگہ تو ذرا اٹک سی ہوگئی، باقی الحمدللہ صاف ہی پڑھا گیا، نماز ایک دوسرے صاحب نے پڑھائی، ہماری نانی صاحبہ اور دوسرے اعزہ اس سے بہت مسرور ہوئے، مگر خیال یہ پڑتا ہے کہ خطبہ ایک ہی ہوا تھا۔

گاؤں کا حال:

ہمارے گاؤں سے تین میل کے فاصلہ پر مانی کلاں میں جامع مسجد میں تو حفظ پڑھایا جاتا تھا اور اتنا بابرکت درس تھا کہ سینکڑوں حفاظ پیدا ہوئے، ہمارے مختصر سے گاؤں میں جس کی اُس وقت کی مسلم آبادی زیادہ سے زیادہ پندرہ مکانات پر مشتمل تھی اس میں چھ حفاظ تھے، وہیں مدرسہ ضیاء العلوم تھا، جس میں ہماری ابتدائی تعلیم ہوئی، ہمارے گاؤں میں سب سے پہلے اس مدرسہ میں مولوی نور محمد صاحب نے پڑھا، جن سے ہم نے تعلیم الاسلام کے کچھ اسباق پڑھے، وہ پھر پاکستان چلے گئے۔

عربی کی تعلیم:

پھر تقریباً ۱۳ر سال کی عمر میں مدرسہ ضیاء العلوم قصبہ مانی کلاں میں داخلہ ہوا، ابتدائی فارسی سے لے کر سکندر نامہ تک اور پھر ابتدائی عربی سے لے کر مختصر المعانی، مقامات وشرح وقایہ ونورالانوار تک وہیں پڑھیں۔

اکثر کتابیں استاذی مولانا ضیاء الحق صاحب سے اور شرح جامی بحث اسم حضرت مولانا عبدالحلیم صاحبؒ سے، مگر کثرت امراض کی وجہ سے بیچ میں طویل فترات واقع ہوتی رہیں، اس لئے تکمیل کافی مؤخر ہوگئی۔

پھر یہ بھی پیش آیا کہ ہماری جماعت ٹوٹ گئی، ہم نے اولاً شرح جامی، شرح وقایہ، نورالانوار مولانا ضیاء الحق صاحب سے پڑھی تھیں، مگر جماعت نہ ہونے کی وجہ سے حضرت مولانا عبدالحلیم صاحب نے اگلے سال پھر انھیں کتابوں میں داخل کر دیا اور خود پڑھایا۔

مظاہر علوم میں داخلہ:

اس کے بعد شوال ۱۳۷۷ھ میں مدرسہ مظاہر علوم میں بھیج دیا، یہاں آکر پہلے سال جلالین، ہدایہ اولین، میبذی اور اگلے سال بیضاوی، سلم العلوم، ہدایہ ثالث، مشکوۃ شریف اور تیسرے سال یعنی شوال ۱۳۷۹ھ تا شعبان ۱۳۸۰ھ دورۂ حدیث شریف کی تکمیل کی، اور اس سے اگلے سال کچھ مزید کتابیں ہدایہ رابع، صدرا، شمس بازغہ، اقلیدس، خلاصۃ الحساب، درمختار پڑھیں۔

مظاہر علوم کی مسند تدریس پر:

شوال ۱۳۸۱ھ میں معین المدرس کے عہدہ پر تقرر رہوا، وظیفۂ طالب علمی کے ساتھ سات روپیہ ماہانہ ملتا تھا، شرح وقایہ اور قطبی زیر تعلیم و تدریس تھیں، اگلے سال بھی یہی کتابیں رہیں اور وظیفہ ۱۰؍ روپے ماہانہ ہوگیا، اس سے اگلے سال تیس روپے خشک (یعنی بلا طعام) پر تقرر رہوا، اور مقامات و قطبی سپرد ہوئیں، اور اس سے اگلے سال یعنی چوتھے سال شوال ۱۳۸۴ھ سے ہدایہ اولین، قطبی و اصول الشاشی زیر تدریس تھیں۔

درس حدیث:

اسی سال ذی الحجہ ۱۳۸۴ھ میں حضرت استاذی مولانا امیر احمد صاحب نوراللہ مرقدہ کا انتقال ہوجانے کی وجہ سے مشکوۃ شریف استاذی مفتی مظفرحسین صاحب کے یہاں سے منتقل ہوکر آئی، جو باب الکبائر سے پڑھائی، پھر آئندہ سال شوال ۸۵ھ میں مختصر المعانی، قطبی، شرح وقایہ، مشکوۃ شریف مکمل پڑھائی، اور شوال ۸۶ھ میں ابو داود شریف ونسائی شریف ونورالانوار زیر تعلیم رہیں، اور شوال ۸۷ھ سے مسلم شریف، نسائی وابن ماجہ وموطئین زیر درس رہیں۔

شیخ الحدیث کے منصب پر:

اس کے بعد شوال ۱۳۸۸ھ میں بخاری شریف ومسلم شریف وہدایہ ثالث پڑھائی "وللّٰہ الحمد حمداً کثیراً طیباً مبارکاً فیہ ومبارکاً علیہ" اس کے بعد سے بحمداللہ سبحانہ وتعالیٰ بخاری شریف اور کوئی دوسری کتاب ہوتی رہتی ہے۔

امراض کے باوجود علمی شغل:

میں مسلسل بیمار رہا، مظاہر علوم آنے کے چند دن بعد نزلہ و بخار ہوگیا اور پھر منہ سے خون بھی آگیا، حضرت اقدس ناظم (مولانا اسعد اللہ) صاحب نوراللہ مرقدہ کا مشورہ ہوا کہ میں گھر واپس ہوجاؤں، لیکن میں نے انکار کردیا، حضرت شیخ نوراللہ مرقدہ واعلی اللہ مراتبہ نے بلاکر ارشاد فرمایا کہ: "جب تو بیمار ہے اور لوگوں کا مشورہ بھی ہے تو مکان چلا جا" میں نے عرض کیا جواب تک یاد ہے کہ: "حضرت! اگر مرنا ہے تو یہیں مرجاؤں گا" حضرت نے فرمایا کہ: "بیماری میں کیا پڑھا جائے گا؟" میں نے عرض کیا، اور اب تک الفاظ یاد ہیں کہ: "حضرت! جو کان میں پڑے گا وہ دماغ میں اتر ہی جائے گا" اس پر حضرت قدس سرہ نے ارشاد فرمایا کہ "پھر پڑا رہ"۔

یہ ہے حضرت قدس سرہ سے پہلی بات چیت، اس کے بعد ہم تو بہت بیمار رہے، اور گاہ بگاہ جب طبیعت ٹھیک ہوجاتی تو اسباق میں بھی جاتے رہتے، انھیں ایام میں حضرت اقدس مولانا عبدالحلیم صاحبؒ کو اپنی بیماری کا خط لکھا، مولانا نے جواباً لکھا کہ یہ کیا یقین ہے کہ "خون پھیپڑے سے آیا ہے؟" اس سے طبیعت کو کچھ سکون ہوگیا، لیکن سینے میں درد رہا کرتا تھا۔

یہ بات اور بھی لکھ دوں کہ جن ایام میں طبیعت خراب تھی، کبھی کبھی دارالحدیث کے شرقی جانب بیٹھ کر حضرت اقدس نوراللہ مرقدہٗ کا درس سنتا اور سوچا کرتا تھا کہ نامعلوم ہم کو بھی بخاری شریف پڑھنی نصیب ہوگی یا نہیں؟ اور رویا کرتا تھا، اس مالک کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ اس نے توفیق عطا فرمائی اور پڑھنے کی منزل گزر گئی، اور اللہ تعالی نے محض اپنے فضل وکرم سے پڑھانے کی توفیق بخشی، حالات کی ناسازگاری سے جس کی توقع بھی نہیں تھی، لیکن سب فضل وکرم ہے: ؎

کہاں میں اور کہاں یہ نکہتِ گل
نسیمِ صبح تیری مہربانی!

امراض کے تسلسل کی وجہ سے شادی کی ہمت ہی نہ ہوئی اور اب

بڑھاپا شروع ہو چکا، حدود خمسین کے آخری سالوں میں چل رہا ہوں، اب اپنی بیماریوں کی وجہ سے ضرورت محسوس ہوتی ہے مگر ہوتا کیا ہے، وقت گزر گیا۔

حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحبؒ کی پہلی زیارت:

حضرت نوراللہ مرقدہٗ کا نام نامی تو مدرسہ ضیاء العلوم میں اپنے اساتذہ اور خاص طور سے استاذی حضرت اقدس مولانا عبد الحلیم صاحبؒ سے سنا، پھر جب سہارنپور بغرض تکمیل حاضر ہوئے تو حضرت نوراللہ مرقدہٗ کی زیارت ہوئی، سب سے پہلی زیارت کی شکل یہ ہوئی کہ میں کسی ضرورت سے مدرسہ کے دفتر میں گیا تو حضرت نوراللہ مرقدہٗ کو دیکھا، ایک سادہ کرتا پہنے ہوئے تھے جس کا رنگ زرد تھا، غالباً ڈوریا کا ہوگا، لیکن بات چیت نہیں ہوئی، بات چیت تو بیماری کے وقت ہوئی، اس کی ابتداء میں تردد ہے کہ پہلے وہ واقعہ پیش آیا جو اولاً لکھا گیا یا دوسرا واقعہ جو لکھ رہا ہوں۔

''وہ تو بہت پکا تھا تو تو بہت کچا ہے'':

ہمیں جذبہ پیدا ہوا کہ حضرت نوراللہ مرقدہ سے دعا کروانی چاہئے حضرت مغرب کے بعد طویل نوافل پڑھتے تھے، ہم بیٹھ گئے، ایک صاحب نے غالباً بیعت کی درخواست دے رکھی تھی، حضرت نوراللہ مرقدہٗ نے سلام پھیرا اور فارغ ہوکر فرمایا: ''آ بھائی''۔

ہم نے سمجھا کہ شاید ہمیں بلا رہیں، ہم آگے بڑھ گئے، حضرت نے فرمایا: ''تو نہیں''، ہم بلبلا کر رو پڑے۔

بہر حال پہلے حضرت نوراللہ مرقدہٗ نے ان صاحب کی ضرورت پوری کی، اس کے بعد احقر کا ہاتھ پکڑا، اور ساتھ لے کر کچے گھر چلے اور حال پوچھتے رہے اور بیماری کا تذکرہ کرتے رہے، حضرت نے پوچھا کہ: ''تو کہاں سے پڑھ کر آیا ہے؟'' میں نے عرض کیا ''مدرسہ ضیاء العلوم مانی کلاں'' سے۔

حضرت قدس سرہٗ نے فرمایا: ''کس سے پڑھا؟'' عرض کیا ''حضرت مولانا عبد الحلیم صاحب سے'' فرمایا: ''وہ تو بہت پکا تھا، تو تو بہت کچا ہے''۔

اس کے بعد حضرت نے برف کا ٹھنڈا پانی جس میں عرق کیوڑہ ملا ہوا تھا، نوش فرمایا اور کچھ بندہ کے لئے بچا دیا، مگر زیادہ آنا جانا نہیں رہا۔

دستر خوان پر اکرام:

اصل جان پہچان اس وقت ہوئی جب بندہ کا قیام دفتر میں ہوگیا، وہ اس طرح کہ رمضان شریف میں میں اپنی سحری الگ کھالیتا تھا، ایک رات خواب دیکھا کہ مولانا اکرام الحسن صاحب مرحوم والد ماجد حضرت مولانا انعام الحسن صاحبؒ بندہ کی طرف متوجہ ہیں اور کچھ بات کر رہے ہیں، اسی رات سحری میں حضرت نے بلوایا اور جب کوئی اکرام کی صورت ہونے والی ہوتی تو مولانا اکرام صاحب کو دیکھا کرتے تھے، بہر حال حضرت نوراللہ مرقدہٗ نے بلوا کر فرمایا کہ:

''مجھے معلوم ہوا کہ تو تنہا ہی سحری کھالیتا ہے، دیکھ! سحری ہمارے ساتھ کھا لیا کر اور اپنی سحری مولوی نصیر کو دے دیا کر'' اور پھر فرمایا: ''سحری کھالی؟''

میں عرض کیا جی ہاں، فرمایا: ''اور کھائے گا؟'' عرض کیا میں کھا چکا ہوں، فرمایا: ''اور کھانے پر بھی تو کھایا جاوے'' ہم بیٹھ گئے، اس کے بعد روزانہ حضرت نوراللہ مرقدہ کے دسترخوان پر سحری میں حاضر ہو جاتے، اس زمانہ میں حضرت کے یہاں سحری میں پلاؤ کے ساتھ گھی لگی ہوئی روٹیوں کا دستور تھا، حضرت نوراللہ مرقدہٗ نے ایک مرتبہ پوچھا: ''گھی چپڑی روٹی مل گئی؟'' میں نے عرض کیا: جی ہاں! حضرت نے پوچھا ''کتنی آئی؟'' میں نے عرض کیا: ایک، حضرت نے دوسری سرکا دی، اس کے بعد سے ہمارے لئے دو کا دستور ہوگیا۔

دلچسپ بحث:

ایک مرتبہ دیر سے پہنچا اور حضرت نوراللہ مرقدہٗ سے ایک بحث بھی کی، جس کا افسوس اب تک ہے۔

حضرت نے پہنچتے ہی فرمایا کہ ''خالی جگہ نہیں ! بیٹھ جا'' میں نے کہا بیٹھ کر کیا کروں گا ؟ فرمایا: ''قل ھو اللہ پڑھ کر ایصال ثواب کر'' میں نے پوچھا کسے؟ فرمایا: ''مجھ کو'' عرض کیا زندوں کو؟ تو نے مشکوۃ شریف نہیں پڑھی؟'' عرض کیا پڑھی تو ہے، فرمایا ''مسجد عشار والی روایت نہیں پڑھی؟'' عرض کیا: پڑھی تو ہے، پوچھا کہ ''کہاں ہے؟'' میں نے عرض کیا مشکوۃ کتاب الفتن میں (یہ روایت مشکوۃ کتاب الفتن میں باب الملاحم کی فصل ثانی میں ہے) حضرت نور اللہ مرقدہٗ بہت خوش ہوئے اور فرمایا مولانا سید سلیمان ندویؒ اس حدیث پر میرے معتقد ہو گئے، فرمایا: ''ایک مرتبہ سید صاحب تشریف لائے، انھوں نے یہ حدیث معلوم کی، میں نے کہا: ابوداؤد میں ہے، سید صاحب نے پوچھا کہ کہاں ہے؟ میں نے کہا: کتاب الملاحم میں، اور پھر کتاب منگوا کر دکھا بھی دی۔

تزکیہ کی طرف عدم التفات:

ابتداءً بالکل بچپن میں تو طبیعت کا رجحان تھا؛ لیکن بعد میں بعض وجوہات سے یہ خیال نکل گیا، اور یہی نہیں بلکہ کچھ اس کی اہمیت ہی نہیں رہی ، حضرت عبدالحلیم صاحب مرحوم نے بعض خطوط میں ناراضگی کا اظہار بھی کیا اور لکھا: ''تزکیہ ضروری ہے''۔

لیکن اس وقت کتابوں کی طرف غیر معمولی رجحان تھا، ادھر بالکل التفات ہی نہیں، بلکہ ایک مرتبہ جب حضرت نور اللہ مرقدہٗ اپنے دارالتصنیف میں تشریف فرما تھے اور میں حسب معمول حاضر ہوا، تو تھوڑی دیر کے بعد سوال کیا، کیا بیعت ہونا ضروری ہے ؟ حضرت نور اللہ مرقدہٗ نے ارشاد فرمایا: ''بالکل نہیں''۔

پھر ایک زمانہ گزر گیا، بہت سے لوگ بیعت کی طرف توجہ دلاتے تھے ، جیسے مولانا منور حسین صاحب ، مولانا عبدالجبار صاحب اور بعض اصرار کرتے تھے، جیسے صوفی انعام اللہ صاحب ، مگر کچھ التفات ہی نہ تھا۔

بیعت میں انقیاد ضروری:

اچانک رمضان المبارک ۱۳۸۶ھ کے عشرۂ اخیر میں خیال پیدا ہوا اور بہت زور سے، حضرت نور اللہ مرقدہ سے عرض کیا، حضرت نے فرمایا: ''بیعت میں انقیاد اور عدم تنقید ضروری ہے، استخارہ کر لے''۔

میں نے عرض کیا: حضرت ! میں نے دعاء کی ہے، اس زمانہ میں اپنی دعا پر بڑا اعتماد تھا، مگر حضرت نے فرمایا کہ: ''استخارہ کم از کم تین مرتبہ، اور رات گزرنا اور سونا ضروری نہیں ہے''۔

منامی بشارت:

تیسرے استخارہ میں خواب دیکھا، مولانا اکرام صاحب فرما رہے ہیں کہ ''مدرسہ قدیم آجاؤ آباد ہو جائے گا''۔

ہمارا قیام اس زمانہ میں دارالطلبہ قدیم میں ہو چکا تھا، حضرت نے سن کر فرمایا: ''یہ خواب امید افزا ہے''۔

خصوصی بیعت:

ایک دن رمضان میں ظہر بعد اپنے خلوت خانہ میں طلب فرما کر بیعت فرمایا۔

میں نے اس سے پہلے عرض کیا تھا کہ حضرت ! جب عمومی بیعت ہوتی ہے میں بھی سب کے ساتھ شامل ہو جاؤں گا، مگر حضرت نور اللہ مرقدہ نے انکار فرمایا۔

ایک بات یہ بھی لکھ دوں کہ اس وقت بعض ایسے مشائخ کبار حیات تھے جن سے بندہ کو بہت عقیدت تھی؛ لیکن بیعت میں حضرت نور اللہ مرقدہٗ ہی کی طرف طبعی رجحان تھا اور عقلاً بھی رجحان تھا، نیز یہ بھی کہ حضرت استاذ تھے اور پھر قریب بھی تھے۔

قیمتی نصائح :

ہر وقت پاس رہنا تھا، اس لئے خط و کتابت تو ہوتی نہیں تھی، بعض اوقات یونہی بعض پرچے مدینہ طیبہ سے بھجوائے ان میں بعض نصائح لکھیں اور بعض اوقات زبانی نصائح کیں:

(۱) ایک گرامی نامہ میں لکھا: ''جہاں تک ہو سکے اکابر کے نقش قدم پر چلنے کی کوشش کرنا اور ظاہر سے زیادہ باطن میں''۔

(۲) تیسرے سال بلڈ پریشر کی تکلیف پر تحریر فرمایا: ''ایک بات کا

خیال رکھیو کہ اگر بیماری میں زبانی معمولات نہ ہوسکیں، تو قلب کو ضرور اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ رکھیو، اور زبانی معمولات میں درود شریف کو مقدم رکھیو، میں نے درود شریف کے بہت فوائد دیکھے ہیں''۔

(۳) اور یہ تو کئی مرتبہ نصیحت کی: ''کبر سے پورا اجتناب کرنا، اور اپنی نااہلی پیش نظر رہے، اگر کوئی کہے تو اس پر طبعی اثر غیر اختیاری چیز ہے، لیکن برا نہ ماننا چاہئے''۔

اس کا مطلب یہ ہے کہ عقلاً یہ خیال ہو کہ ہم تو بہت گندے ہیں، نہ معلوم کتنے عیوب ہیں، اس لئے عقلاً برا نہ مانے، واللہ اعلم۔

(۴) ایک خط میں نے لکھا تھا کہ ایک طالب علم بہت اصرار کرتا ہے کہ بیعت کرلو، حضرت نور اللہ مرقدہٗ نے تحریر فرمایا: ''ضرور کرلو، سلسلہ چلانے کے لئے بیعت تو ضرور کرنا، مگر اپنی نااہلیت کا استحضار رہنا چاہئے، اگر نہ کروگے تو یہ سلسلہ بند ہوجائے گا، جو سلسلہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے چلا آرہا ہے'' (یہ خط اسٹینگر جنوبی افریقہ سے لکھوایا تھا)۔

(۵) ایک خط میں لکھوایا تھا: ''مدرسہ کے مال میں بہت احتیاط کرنا''۔

(۶) مرکز نظام الدین دہلی میں جب حضرت نور اللہ مرقدہ سے ملاقات ہوئی، تو بالکل خلاف توقع معانقہ فرمایا، اور فرمایا کہ: ''اخلاص سے کام کرنا''۔

(۷) آخری خط جو ۱۲/اپریل ۸۲ء کا تحریر کردہ ہے، اس میں میرے ایک خط کے جواب میں لکھا، جس میں میں نے اپنے امراض کی شدت اور خواب میں اموات ومقابر دیکھنے کا تذکرہ کیا تھا لکھا کہ: ''اللہ تعالیٰ اپنے فضل وکرم سے مجھے اور تم کو دونوں کو حسن خاتمہ کی دولت سے مالا مال کرے، ہر وقت اپنے عمل سے ڈرتے رہنا چاہئے، اگرچہ مالک کا کرم بڑا ہے، اس کے کرم ہی کا سہارا ہے، پھر بھی استغفار کثرت سے کرتے رہنا چاہئے''۔

مقربان رابیش بود حیرانی:

بھائی! ہم تو حضرت نور اللہ مرقدہٗ کے سب سے نالائق شاگرد اور ناکارہ وکم فہم مرید تھے، اور پھر مدرسہ کے متعلق معاملات پڑتے تھے، اس میں کثرت سے ڈانٹ پڑتی تھی اور پھر حضرت نور اللہ مرقدہٗ ویسے ہی ہوجاتے تھے جیسے پہلے۔

ہاں ایک آدھ مرتبہ بعض حضرات نے حضرت کو بہت ہی مکدر کردیا، لیکن معاملہ کسی اور ذات کے حوالہ تھا، اللہ تعالیٰ نے پھر صفائی کرادی ہے۔

اور ہمارا مزاج یہ تھا کہ فضول ہم کسی کام میں پڑتے نہیں، اس لئے جب اپنا کام بن جاتا تو پیچھے نہیں پڑتے تھے۔

ایک عجیب قصہ مجمل لکھتا ہوں، لکھنے کے لئے نہیں، بعض حضرات نے شکایت کرکے حضرت کو مکدر کردیا، حضرت ایک رمضان میں رنجیدہ رہے، رمضان تو گزر گیا، اس کے بعد ہم نے ایک پرچہ لکھا جس میں معافی مانگی اور یہ لکھ دیا کہ ''اگر کوئی کام ہو تو میرے حجرہ میں بھجوادیا جائے، مجھے سردی بہت لگتی ہے''۔

حضرت بہت خوش ہوئے اور کئی بار دعوت کی، اور رمضان شریف میں جن بعض حضرات نے فقرے کسے اور ستایا وہ آئے، اور شرمندہ ہوئے، ہم نے اپنے دل میں کہا کہ ہم حضرت کے شاگرد وخادم ہیں، آپ حضرات کو ان قصوں میں نہ پڑنا چاہئے، اس کے بعد سے وہ صاحب تو ہمیشہ کے لئے بحمد اللہ خاموش ہوگئے۔

عطایا کی بارش:

بارہا حضرت نے روپے دیئے، ۸۴ھ کے حج میں جاتے ہوئے پچاس روپے دئے تھے، اس کی نصب الرایۃ خرید لی، حج سے آکر پوچھا کہ: ''میں نے چلتے ہوئے تجھے روپے دیئے تھے کچھ تیرے کام آئے؟'' میں نے عرض کیا کہ میں نے نصب الرایہ خرید لی، تو فرمایا کہ: ''اس کے لئے تو عمر پڑی تھی''۔

مقصد یہ تھا کہ دوسری ضروریات میں خرچ کرتے، ''لامع الدراری'' کے ختم پر تین سو روپے دیئے، جس کی ہم نے ''مرقاۃ المفاتیح'' منگوائی، اور متفرق اوقات میں دیتے رہے، کبھی تیس، کبھی پچاس، اکثر پچاس،

اور بذل المجهود مکمل، لامع الدراری مکمل، اوجز المسالک مکمل، جزء حجة الوداع والعمرات اور مختلف رسائل دیئے، اور جب بندہ کی حاضری مدینہ طیبہ میں ہوئی تو فرمایا کہ ’’میری کتابوں میں جو پسند ہو لے جا‘‘ وہاں اس وقت اردو کتابیں تھیں، ایک کتاب ”اللؤلؤ والمرجان فیما اتفق علیه الشیخان“ تھی، وہ ہم نے لے لی، حضرت نے اس کے بعد ایک کتاب بھجوائی ’’ابو ہریرۃ فی ضوء مرویاتہ‘‘، تالیف ضیاء الرحمٰن الأعظمی، اس میں حضرت ابو ہریرہؓ کی دو سو روایتیں جمع کر کے اس کے طرق وغیرہ پر کلام کیا گیا ہے اور مستشرقین نے جو حضرت ابو ہریرہؓ کی کثرت روایت پر شکوک وشبہات کئے ہیں ان کی تردید کی ہے، اور تصوف سے متعلق حضرت کی جتنی تالیفات ہیں، یا صوفی اقبال صاحب نے لکھی ہیں، تقریباً سبھی عطا فرمائیں، اور بعض تو بار بار بھجوائی۔

ذکر کی تجویز میں توارد:

حضرت نور اللہ مرقدہٗ سے بیعت تو ہو گیا، لیکن ذکر پوچھنے کی ہمت ہی نہ ہوتی، اپنے امراض کی وجہ سے یہ سمجھتا رہا کہ میرے بس سے باہر ہے اور نہ حضرت نے بیعت کے وقت کچھ فرمایا، ایک مرتبہ رمضان میں از خود اپنے لئے ایک نصاب مقرر کر لیا، یعنی تین تسبیح لا الہ الا اللہ کی اور پانچ تسبیحات اللہ اللہ کی، اس کے بعد جب چند روز بعد غالباً عشاء کے بعد حاضر ہوا تو حضرت نے فرمایا: ’’ذکر کر لیا کرو‘‘ اور مذکورہ بالا نصاب بتایا، بس میں تو سمجھتا ہوں کہ اعتکاف میں حضرت کے ساتھ تھا، حضرت کے مبارک قلب کا اثر پڑا، جو خود ایک نصاب مقرر کر لیا اور حضرت نور اللہ مرقدہٗ نے وہی بتلایا، پھر معلوم ہوا کہ حضرت مشغول حضرات کو یہی نصاب بتاتے تھے۔

معمولات میں اضافہ:

کچھ دنوں کے بعد حضرت کے بعض ارشادات کی بناء پر تھوڑا تھوڑا اسم ذات کا اضافہ شروع کیا، اور سترہ سو تک پہنچا دیا، لیکن حضرت نے کم کرنے کو فرمایا، اور فرمایا: اسم ذات ایک ہزار رکھو، یہی اب تک معمول ہے، پاسِ انفاس کا حکم بار بار دیا اور مراقبہ دعائیہ بھی بتایا، بس جیسے ہم ہیں ویسا ہی ہمارا ذکر، حضرت کے زمانہ میں اور اب بھی نفی واثبات واسم ذات کا تو معمول ہے، الا یہ کہ مرض یا کوئی شدید مانع ہو باقی اور چیزیں کبھی ہو گئیں کبھی نہیں۔

ایک مرتبہ ایک گرامی نامہ میں تحریر فرمایا، جبکہ میں بہت بیمار ہو گیا تھا کہ: ’’دل سے ہر وقت اللہ کی طرف متوجہ رہے‘‘ یہ بھی لکھ دوں کہ زیادہ مجاہدہ میرے بس کا نہیں تھا، اور نہ ہے، ایک مرتبہ رمضان شریف میں حضرت سے عرض کیا کہ: ’’حضرت! یہ رات بھر کی بیداری میرے بس کی نہیں‘‘ تو فرمایا: ’’سب کو اس کی ضرورت نہیں‘‘۔

ایک مرتبہ اعتکاف میں خواب دیکھا کہ حضرت لوگوں کو کچھ تقسیم فرما رہے ہیں، میں اگلے روز حاضر ہوا، خواب عرض کیا، اور عرض کیا: ’’حضرت! اگر بیداری کرنے والوں کو ملے گا تو ہم محروم ہو جائیں گے‘‘ حضرت نے فرمایا: ’’نہیں ان شاء اللہ‘‘، ایک مرتبہ اعتکاف میں بہت بیمار ہو گیا، اس زمانہ میں کچھ ذکر وغیرہ نہیں کرتا تھا، حضرت نے غالباً بھائی ابو الحسن صاحب یا کسی اور سے کہلوایا کہ: ’’اگر اختیاری مجاہدہ نہیں کرتے تو اضطراری کرایا جاتا ہے‘‘ مگر ہم نے اپنی نالائقی سے کوئی اثر نہیں لیا۔

ناظم صاحب کی طرف سے خلافت:

حضرت اقدس مولانا اسعد اللہ صاحب (سابق ناظم اعلی مدرسہ مظاہر علوم) نور اللہ مرقدہ نے بروز پنجشنبہ ۵/محرم الحرام ۱۳۹۶ھ میں ظہر کے بعد اجازت مرحمت فرمائی، جس کا از خود شہرہ ہو گیا، چونکہ احقر کا بیعت کا تعلق حضرت قطب العالم شیخ الحدیث کاندھلوی ثم المہاجر المدنی نور اللہ مرقدہ سے تھا، اس لئے حضرت ناظم صاحب کی اجازت کے بعد بھی اپنے حضرت نور اللہ مرقدہٗ سے ہی تربیت کا تعلق رہا، اور بحمد اللہ بالکل کبھی اجازت کا کوئی خیال بھی نہیں آتا تھا، گو اہل اللہ کے ارشاد کی دل میں قدر تھی اور ہے۔

حضرت کی طرف سے اجازت:

پھر جب حضرت اقدس نور اللہ مرقدہٗ رمضان شریف کے لئے

مدینہ منورہ سے سہارنپور تشریف لائے تو حسبِ معمول اعتکاف کیا، اور رمضان کے بعد شوال میں مجلس شریف میں حسبِ معمول حاضری ہوتی رہی، غالبًا ۵/ ذی قعدہ تھی، بروز پنجشنبہ صبح کی مجلسِ ذکر میں حاضر ہوا تو حضرت نور اللہ مرقدہٗ نے ذکر سے فراغت کے بعد بلوایا، اور فرمایا کہ: ’’تو جمعہ کے دن حاجی شاہ جاتا ہے؟‘‘ (حاجی شاہ سہارنپور کا مشہور قبرستان ہے) عرض کیا حضرت! مجھ کو سردی بہت لگتی ہے، حضرت نے فرمایا کہ: ’’یہاں آ‘‘ اور چارپائی پر بیٹھنے کے لئے فرمایا، اور فرمایا کہ: ’’میرا ارادہ تین چار سال سے تجھے اجازت دینے کا ہے؛ لیکن تیرے اندر تکبر ہے‘‘، میں خاموش رہا اور الحمد للہ حضرت کے کہنے پر طبیعت پر ذرہ برابر اثر نہیں ہوا۔

اس کے بعد میں نے عرض کیا کہ حضرت والا کو حضرت ناظم صاحب کی اجازت کا علم ہو گیا ہوگا؟ فرمایا کہ ’’ہاں‘‘ میں نے عرض کیا: حضرت میری سمجھ میں بالکل نہیں آیا کہ حضرت ناظم صاحب نے کیوں اجازت دی؟ حضرتؒ نے اس پر کیا ارشاد فرمایا یاد نہیں رہا، پھر فرمایا کہ: ’’تجھے میری طرف سے اجازت ہے‘‘۔

اس کے بعد میں نے عرض کیا کہ حضرت مجھے کچھ دن پیشتر ایک عجیب حالت طاری ہوئی تھی، جیسے میں اللہ تعالی کے ساتھ ہوں اور نماز سے فراغت پر نقص ہی نقص نظر آتا تھا اور اسی وقت نماز کے بعد استغفار پڑھنے کی حقیقت سمجھ میں آئی، اور ایسا ہو گیا تھا کہ اگر کوئی مجھے چارپائی کے سرہانے بیٹھنے کو کہتا تو آنکھوں میں آنسو آجاتے، اور ایک مرتبہ ایک جگہ لوگوں نے امامت کے لئے کہہ دیا تو آنسو آگئے، لیکن نادانی سے ایک جملہ کہنے پر ساری حالت جاتی رہی، میں نے کہہ دیا کہ: ’جب آدمی ذکر پر مداومت کرتا ہے تو اس کو ہمہ وقت ایک معیت حاصل ہو جاتی ہے اور اپنی نااہلی کا ہر وقت استحضار ہو جاتا ہے‘‘، اس میں عجب نفس شامل تھا، بس ساری حالت کافور ہو گئی۔

حضرتؒ نے فرمایا: ’’انشاء اللہ تعالی پھر حاصل ہو جائے گی‘‘، اب تک تو حاصل نہیں ہوئی، لیکن حضرت کی برکت سے امید ہے کہ اللہ تعالی اس ناکارہ روسیاہ پر نظر کرم فرماویں اور دوام حضوری عطا فرمائیں، اس کے بعد حضرت کے یہاں کچھ مہمان آگئے، حضرت نے فرمایا: ’’ان کے ساتھ بیٹھ جا‘‘، ناشتہ سے فراغت کے بعد واپس ہوئے تو مدرسہ قدیم کے دروازہ پر پہنچ کر ایسا معلوم ہوا جیسے سینے میں کوئی چیز داخل ہو گئی، اس کی تعبیر الفاظ میں نہیں ہو سکتی، اور دل میں ذکر کا ایک شدید شوق پیدا ہو گیا اس کے بعد۔

خواب میں حضرت مدنیؒ کی زیارت:

ایک مرتبہ خواب دیکھا کہ حضرتؒ معتکف میں ہیں اور حضرت مدنی نور اللہ مرقدہٗ بھی تشریف فرما ہیں، حضرت مدنیؒ کا مصلیٰ بچھا ہوا ہے، میں اس پر آکر کھڑا ہو گیا، حضرت سے اگلے سال عرض کیا: تو ایک مصلیٰ عنایت فرمایا۔

میں تو ہمیشہ سہارنپور ہی رہتا تھا، ہاں جب پاکستان حاضری ہوئی تو فرمایا: ’’اپنی جگہ کام کرنا چاہئے تھا‘‘۔

مصادر ومراجع:

(۱) الیواقیت الغالیہ (اکثر حصہ اسی کتاب سے ماخوذ ہے)

(۲) خودنوشت۔ الیواقیت الغالیہ ہی کے ساتھ شائع ہوئی ہے۔

* * *

مرثیہ بروفات

شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد یونس صاحب جونپوریؒ

عرش اعلی پر بپا ہے حشر فریاد وفغاں	ہائے رخصت ہو گیا دنیا سے وہ شیخ زماں
بن گیا ماتم سرا اُف مظاہری میکدہ	کون ہوگا ساقی مہوش برائے تشنگاں
داغ فرقت دے گیا وہ پیکر صدق وصفا	دل میں اب باقی نہیں ہے طاقت ضبط فغاں
الوداع اے آفتاب علم وعرفاں الوداع	ماہتاب زہد وتقوی راز دان کن فکاں
لالہ ونرگس میں ہمدم وہ دلآویزی نہیں	یاد غم سے منتشر ہے گلشن بزم جہاں
حسرت وسماں کا ایک دریائے ناپیدا کنار	موجزن ہے ہر دل مومن یا رب الامان
قرن اول کی اداؤں کا امین بھی چل بسا	ہائے فانی وہ امام المتقین بھی چل بسا

پیشکش: محمد عبداللہ عزیزی، مظفر آباد

تأثرات

شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد یونس صاحبؒ سے پہلی ملاقات

حمیداللہ قاسمی کبیرنگری

حضرت مولانا محمد یونس صاحب جونپوریؒ شیخ الحدیث مظاہر علوم سہارنپور سے راقم کی سب سے پہلی ملاقات دسمبر ۲۰۰۸ء میں ہوئی، اس کے بعد عام طور سے ملاقاتیں ہوتی رہتی تھیں، جب بھی ہمارے مرکز میں کوئی اہم مہمان تشریف لاتے تو حضرت شیخ الحدیث صاحب سے ملنے کو کہتے، اس لئے راقم کو بار باران سے ملاقات کرنے کا موقع ملتا رہتا تھا، کبھی کبھی تو ہمارے مرکز احیاء الفکر الاسلامی کے ناظم مولانا مفتی محمد مسعود عزیزی ندوی صاحب کی تصنیفات وتالیفات کو لیکر حاضر خدمت ہوتا؛ لیکن جب راقم کی پہلی ملاقات ہوئی تھی اس پر راقم نے جو تأثرات تحریر کئے تھے، ان کو درج ذیل سطور میں پیش کیا جارہا ہے:

قمری سال کا آغاز ہوچکا تھا اور شمسی سال کے شروع ہونے میں ابھی کچھ گھنٹے باقی تھے کہ احقر کو اپنے ادارہ مرکز کے رسالہ ماہنامہ ''نقوش اسلام'' کے سلسلہ میں شہر (سہارنپور) جانا ہوا، ویسے تو عام طور سے سہارنپور مہینہ دو مہینہ میں جانا ہوتا ہی رہتا ہے، مگر حضرت شیخ سے ملاقات اور گفتگو کا موقع کبھی نہ ملتا اور نہ ہی اپنی کم آگہی کے سبب ملنے کی کوشش کرتا، البتہ ۳۰؍ دسمبر ۲۰۰۸ء مطابق یکم محرم ۱۴۳۰ھ بروز منگل کی شام کو مدرسہ سے جب جانے لگا تو ہمارے ناظم صاحب (مولانا مفتی محمد مسعود عزیزی ندوی) نے فرمایا مولانا! سہارنپور میں حضرت شیخ سے ملتے ہو کہ نہیں؟ میں نے کہا کہ کبھی ایسا موقع ہی نہیں ملا کہ ان سے ملاقات کروں، جبکہ کئی مرتبہ رات میں وہاں ٹھہرنے کا موقع بھی ملا اور مظاہر علوم کے مہمان خانہ میں ٹھہرنے کے باوجود بھی ملاقات نہ کرسکا، حالانکہ مہمان خانہ حضرت کی قیام گاہ سے متصل ہی ہے، لیکن کبھی توفیق نہیں ہوئی کہ حضرت سے ملاقات کرلوں، تو حضرت مفتی صاحب کی تحریض وترغیب پر ملاقات کا ارادہ کیا۔

چنانچہ رخت سفر باندھا اور چل دیا، مغرب کی اذان سے کچھ وقت پہلے سہارنپور پہنچا، شہر کے تمام لوگ اپنی اپنی دکانیں بند کررہے تھے، رکشہ، تانگہ اور بس والے بھی اپنی آخری سواری کے انتظار میں کھڑے تھے، ایک طرف پرندے اپنے آشیانوں میں پہنچ کر چہچہا رہے تھے اور بعض پرندے اپنے ہم جولیوں سے بغل گیر ہوکر اپنے پورے دن کی کارستانیاں سنانے میں مست تھے اور کچھ ایسے طیور تھے جو پورے دن کی تھکان سے نڈھال ہوکر آرام کررہے تھے، جب کہ دوسری جانب ہر شخص اپنے اپنے کام کو پورا کرکے گھر جانے کی تیاری میں لگا ہوا تھا، میں نے ایک رکشہ والے سے کہا بھائی! مجھے مظاہر علوم تک جانا ہے، وہ فوراً تیار ہوگیا، راقم پانچ منٹ میں مظاہر علوم پہنچ گیا، اپنے کام سے فارغ ہونے کے بعد جب مدرسہ میں داخل ہونے لگا تو مفتی صاحب کی بات فوراً ذہن میں آئی کہ ''اس دفعہ ضرور حضرت شیخ سے مل کر آنا'' یہ بات ذہن میں آتے ہی میرے قدم وہیں رک گئے، ایسا لگا کہ راقم پتھر کا مجسمہ بن گیا اور دیر تک سوچتا رہا کہ اب کیا کروں، اتنے بڑے محدث اور شیخ الحدیث کے سامنے کیسے جاؤں، کہیں ایسا نہ ہو کہ مجھ سیاہ کار کو دیکھ کر حضرت کو غصہ آجائے، راقم یہی سب سوچتا رہا؛ لیکن ہمت نہیں ہورہی تھی کہ شیخ کے پاس جاؤں، اپنا کچھ حال بیان کروں، اپنا دکھڑا سناؤں اور اپنے لیے دعا کی درخواست کروں؛ مگر ہمت کرکے دل کو مضبوط کیا اور آگے بڑھا، آہستہ آہستہ پاؤں کو جماتے اور ڈرتے ہوئے وہاں پہنچ ہی گیا، دیکھتا کیا ہوں کہ دولڑکے حضرت شیخ کے پاس موجود ہیں اور ان کی خدمت

کر رہے ہیں، بندہ بھی آگے بڑھا اور مصافحہ کیا، حضرت کہنے لگے کہ ''کہاں سے آئے ہو؟'' میں نے کہا ''مظفر آباد مفتی مسعود عزیزی ندوی صاحب کے مدرسہ سے'' حضرت خاموش رہے، چونکہ یہ وقت ان کے ملنے کا نہیں تھا، اس لیے کچھ بات نہیں ہوئی۔

عشاء کی نماز کا وقت قریب تھا، حضرت چونکہ ان دنوں بیماری کی وجہ سے مسجد میں نماز پڑھنے نہیں جاتے اور قیام گاہ پر ہی نماز ادا کرتے ہیں، بندہ بھی مصافحہ کر کے وہیں بیٹھ گیا، دریں اثناء حضرت نے مصلّٰی بچھوایا اور نماز کیلئے کہا، میں بھی وہیں پر تھا اس لیے حضرت کے خادم نے کہا نماز سے فارغ ہو کہ نہیں، میں نے کہا ابھی تو نہیں، اب آپ لوگوں کے ساتھ پڑھ لوں گا، چنانچہ حضرت کے ساتھ نماز پڑھنے کے لیے کھڑا ہو گیا اور ان کے ساتھ نماز پڑھنے لگا، حضرت کے دائیں جانب ایک دوسرا خادم تھا اور بائیں جانب یہ راقم آثم تھا، اب کیا تھا کہ خوشیوں کا سمندر موجیں مارنے لگا اور ایسا محسوس ہونے لگا کہ عرش کے پردے اٹھ گئے اور جنت کے دروازے کھل گئے گویا میں فرشتوں کے ساتھ نماز پڑھنے لگا۔

فرض نماز سے فارغ ہونے کے بعد سنن ونوافل پڑھا، اس کے بعد راقم نے خادم سے پوچھا کہ حضرت سے تفصیلی گفتگو کب ہوگی؟ تو اس نے کہا کہ فجر کی نماز کے بعد، چنانچہ احقر حضرت کی قیام گاہ سے نکل کر مہمان خانہ چلا گیا، رات بھر دل ہی دل میں خوش ہوتا رہا کہ اس گنہگار کو بھی ایک امام وقت کے ساتھ نماز پڑھنے کا موقع مل گیا، یہ راقم کی خوش نصیبی تھی کہ اتنے بڑے محدث کے ساتھ نماز ادا کرنے کی توفیق ملی، جب کہ بعض لوگ مصافحہ کرنے کو بھی ترستے ہیں۔

صبح فجر کی نماز کے بعد بندہ حضرت شیخ کی قیام گاہ پر دوبارہ گیا، اس وقت ذکر کی مجلس لگی ہوئی تھی، لوگ ''الا اللہ، الا اللہ'' کی ضربیں لگا رہے تھے، راقم بھی اس مجلس میں شامل ہو گیا اور ''الا اللہ، الا اللہ'' کی ضربیں لگانے لگا، پندرہ بیس منٹ کے بعد آہستہ آہستہ لوگ جانے لگے، میں نے دیکھا کہ حضرت آرام کر رہے ہیں، چپکے سے ان کے پاس آکر بیٹھ گیا، کچھ دیر میں ایک خادم ناشتہ لے کر آیا اور بیدار کیا، حضرت بیدار ہوئے اور مجھے دیکھ کر فرمانے لگے کہ یہ کون ہے؟ خادم نے عرض کیا کہ کل شام کے وقت جو آئے تھے، حضرت نے تھوڑی دیر کے بعد مجھ سے عرض کیا کہ کہاں کے رہنے والے ہو، کہاں سے فارغ ہوئے ہو، کب فارغ ہوئے اور کیا کرتے ہو؟ میں نے تفصیل کے ساتھ حضرت کو بتا دیا کہ حضرت میں جوری، ضلع سنت کبیر نگر کا رہنے والا ہوں اور مفتی محمد مسعود عزیزی ندوی صاحب کے مدرسہ کا ملازم ہوں اور فلاں سنہ کی میری دارالعلوم دیوبند سے فراغت ہے، پھر پوچھا کہ تم حافظ ہو کہ نہیں؟ میں نے کہا حضرت میں حافظ نہیں ہوں۔

چنانچہ موقع غنیمت سمجھ کر کچھ آگے بڑھا اور عرض کیا کہ حضرت کچھ نصیحت فرما دیجئے! تو شیخ صاحب نے فرمایا: ''تقویٰ اختیار کرو، سنن ونوافل کی پابندی کرو، جھوٹ، غیبت ہر قسم کی برائیوں سے اپنے آپ کو بچاؤ اور جو کام کرو بس اللہ کی رضا وخوشنودی کیلئے کرو، ریاء دکھاوا نام کی کوئی چیز نہ ہو، ہر کام میں خلوص ہو، بڑوں کا ادب، چھوٹوں پر شفقت، کمزوروں پر رحم ودرگزر، دوست واحباب کے ساتھ پیار ومحبت اگر کسی وجہ سے ناچاقی ونااتفاقی پیدا ہو جائے تو فوراً معافی تلافی کر لینی چاہئے، تاکہ آپس میں پیار ومحبت برقرار رہے اور جڑے ہوئے دل ٹوٹنے نہ پائیں اور اپنا اصلاحی تعلق کسی بزرگ سے قائم کر لو اور ان سے رائے مشورہ لیتے رہو، تاکہ تمہارے کام میں حسن اور نکھار پیدا ہو'' یہی چند باتیں حضرت نے نصیحت کے طور پر کہیں تھی، چنانچہ اس سیاہ کار نے ان کی قیمتی باتوں کو اپنے دامن کے ایک حصہ میں باندھ لیا اور دعا وسلام کے ساتھ رخصت ہوا۔

یہ وہ تحریر ہے، جو راقم نے ۹؍سال قبل حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد یونس صاحب نور اللہ مرقدہ سے پہلی ملاقات پر لکھی تھی، مولانا محمد یونس صاحب جونپوری قدس سرہ ان مخصوص علماء میں سے تھے جنہیں انگلیوں پر شمار کیا جاتا تھا، مولانا فن حدیث کے ماہر اور متبحر عالم دین تھے، محدثانہ شان آپ پر غالب تھی جس کو ہر شخص محسوس کرتا تھا، نیز ورع وتقویٰ میں اپنی مثال آپ تھے، اللہ تعالیٰ ان کے درجات کو بلند فرمائے۔ (آمین)

صدائے دل

وہی چراغ بجھا جس کی لو قیامت تھی

مولانا راحت علی صدیقی قاسمی

زندگی پر موت کی عبارت رقم ہونا لازمی ہے، یہی نظام کائنات اور حکم خداوندی ہے، طاقتور، کمزور، دولت منداور فقیر کوئی اس کے چنگل سے نہیں بچ سکا، زندگی ہمیشہ موت کے سامنے گھٹنے ٹیکنے پر مجبور ہوئی ”کل نفس ذائقة الموت“ کہہ کر باری تعالی نے اس حقیقت کا اعلان کیا، شہنشاہانِ علم وفضل، امامِ تصوف، ماہرین علوم وحکمت تمام ہی دنیا سے رخصت ہوئے اور سینکڑوں، لاکھوں، کروڑوں افراد کی آنکھیں نم ہوئیں، تکالیف دردوغم کا قلب میں طوفان برپا ہوا، آہ وزاری سینہ کوبی کے منظر نے زمین کو سوگوار کیا اور دردمندان ملت کے آنسوؤں کی بارش میں بہت سے اکابر علماء دنیا سے رخت سفر باندھ چکے، ان کا علم وفضل، ان کے شاگرد، ان کے کارنامے ان کی موجودگی کا احساس کراتے ہیں، ان کی تحقیقات، ان کی محنت جدوجہد اہل علم کی راہ یابی کا ذریعہ ہے، اس چمن لالہ زار کا ایک خوبصورت پھول شیخ یونسؒ کی شخصیت بھی تھی، جن کے وجود سے گلشن کی خوبصورتی دوبالا تھی، انتہائی اعلیٰ معیار کے حامل، علم وفضل، زہد تقوی میں عدیم المثال، تدریس میں نابغہ روزگار، درس حدیث میں یکتا، آپ نے علم حدیث میں پوری دنیا کے اندر منفرد مقام حاصل کیا، زندگی بھر حدیث کی خدمت کرتے رہے، بہت سے افراد نے آپ سے رسول اللہ کے کلمات کی گہرائیاں حاصل کیں، ان کے معانی ومفاہیم دریافت کئے، آپ نے حدیث کے دریا سے وہ قیمتی موتی اور لعل وجواہر تلاش کئے، جن تک ہر انسان کی رسائی ممکن نہیں تھی اور امت مسلمہ کو علم کا خزانہ عطا کیا، زندگی کا بیشتر حصہ خدمت حدیث میں صرف کیا، دولت کی چمک آپ کو متاثر کر سکی اور نہ زمانے کی نیرنگیاں آپ کی دنیا کو تبدیل کر سکیں مگر ہمیشہ مطالعہ اور علم حدیث ہی سے عشق کیا، زندگی کی دوسری ضرویات عشق حدیث کے بالمقابل کمزور نظر آئیں، بچپن میں ماموں کے کاندھے پر بیٹھ کر جو علم کا سفر شروع کیا، کبھی پیچھے مڑکر نہیں دیکھا، جونپور کے چھوٹے سے گاؤں کھیتا سرائے اور مانی کلاں سے گذرتا ہوا آپ کا تعلیمی سفر سہارنپور کی تاریخی درسگاہ مظاہر علوم تک پہنچا، جس کی آب ہوا میں سادگی تھی، شرافت تھی، سنجیدگی ومتانت تھی اور اہل علم کی موجودگی اس ادارے کے وقار اور معیار کی پہچان کراتی تھی، حضرت شیخ مہاجر مدنی جیسی شخصیت جہاں موجود ہو، اس خطہ کی عظمت کا کیا ٹھکانہ، علمی فضا، روحانی ماحول، وہی شیخ یونسؒ کے مزاج میں رچ بس گیا، علم کے گرویدہ ہو، لوگوں سے ملنا جلنا، ربط وضبط پیدا کرنا اور مطالعہ ہی ان کا معمول قرار پایا، اپنی لائبریری تھی جس میں حدیث کی نایاب کتابیں موجود تھیں، مال ودولت کے متلاشی نہیں تھے، علمِ حدیث کے گوشوں پر کتابوں کی انہیں ہمیشہ تلاش رہتی تھی، جب موقع فراہم ہوتا کتابیں خریدتے تھے، چنانچہ سفر حج پر جاتے ہوئے حضرت شیخ نے انہیں پچاس روپے عنایت فرمائے تو اس سے نصب الرایہ خریدی 1984ء میں پچاس روپئے کی بڑی اہمیت ہوتی تھی اور ابھی تدریس کا ابتدائی مرحلہ تھا، ضروریات منھ پھاڑے ہوئے اور اس رقم سے بہت سی ضروریات مکمل ہوسکتی تھیں؛ لیکن شیخ یونسؒ نے تمام تر ضروریات کو بالائے طاق رکھا اور کتاب خریدی، حضرت شیخ کی زبان پر بھی یہ جملہ ا جاری ہوا، ”اس کے لئے تو عمر پڑی تھی“ شیخ بھی جانتے تھے، اس موقع پر دوسری ضروریات تکمیل کی دہائی دے رہی ہیں اور دوسری حاجتیں ہیں جن سے جان چھڑانا بھی مشکل ہے، مگر عنوان چشتی نے کہا:

عشق تو پھر عشق ہے آشفتہ سری مانگے
ہوش کے دور میں بھی جامہ دری مانگے ہے

عشق ہی کی طاقت ہے جس نے کمزور، ناتواں، بیمار طالب علم کو اس مقام پر پہنچایا، ایسا طالب علم جسے گھر جانے کے لئے مشورہ دیا جارہا تھا،

اس کی کمزوری اور بیماری کا احساس کیا جارہا تھا اور عقل چیخ رہی تھی اس بیمار بچے کو گھر بھیج دیا جائے، باپ کی شفقت کے سائے میں اعزاء کی محبت کی چادر تلے، یہاں وطن سے بیماری کی تکلیف اسے نڈھال کردے گی، ماں کا سایہ تو نہیں پر وطن کی آب و ہوا کیا کم ہے، لے چلو اس بچہ کو جونپور، عقل کے اس تقاضے اور اس پکار کو یقینی طور سے بجا خیال کیا جاسکتا ہے، مگر وہ تو عشق نبی سے سرشار ہو کر آیا تھا، دیوانگی اس کی رگوں میں خون کی مانند دوڑ رہی تھی، قدم منجمد ہوگئے، دل تکالیف برداشت کرنے کے قابل ہوا اور تعلیم جاری رکھنے کا منشا ظاہر کیا، ایک مرتبہ پھر عقل عشق کے ہاتھوں شکست سے دوچار ہوئی اور اقبال مرحوم کا شعر حاشیۂ خیال پر ابھرا اور قلب پر دستک دینے لگا: ؎

بے خطر کود پڑا آتش نمرود میں عشق
عقل ہے محو تماشائے لب بام ابھی

شیخ یونسؒ نے تکلیف کی شدت اور بیماری کے باوجود سہارنپور کی سرزمین ہی کو اپنے لئے بہتر خیال کیا اور یہیں اپنے اساتذہ کی خدمت میں مشغول رہے اور علم حدیث میں وہ بلند مقام حاصل کیا کہ پوری دنیا میں فن حدیث میں معتبر ہوگئے، اکابر علماء نے ان سے رجوع کیا، ان کی آراء پر بھروسہ کیا، انہیں قابل عمل جانا، ان کے علمی مقام پر گفتگو کرتے ہوئے، عربی کے عظیم اسکالر بدر الحسن قاسمی لکھتے ہیں ’’مولانا کی دقت نظر اور وسعت مطالعہ کا اندازہ اس سے لگایا جاسکتا ہے کہ انہوں نے ’’ارشاد القاصد‘‘ نامی رسالے میں 168 / ایسی حدیثیں جمع کیں جو امام بخاری نے ایک ہی سند کے ساتھ بیان کی ہیں، حالانکہ امام بخاری اس طرح کے تکرار کی نفی کرتے ہیں اور حافظ ابن حجر اس طرح کی بمشکل 22 حدیثیں پیش کرسکے ہیں‘‘ یہ سطریں شیخ یونس جونپوریؒ کے مقام و مرتبہ کا اظہار کررہی ہیں اور یہ باور کرارہی ہیں کہ آپ نے علم حدیث میں انتہائی عرق ریزی کی ہے اور علم حدیث کے تمام گوشوں پر اپنی بساط کے مطابق سیر حاصل بحث کی ہے، حافظ ابن حجر کا مقام علم حدیث میں کتنا بلند ہے، کسی سے ڈھکا چھپا نہیں ہے، ان کی تحقیق، ان کے اقوال، ان کی تخریج، ان کے سوالات واشکالات، علم حدیث میں حافظ کوہ ہمالیہ کے مشابہ ہیں؛ لیکن اس مقام پر وہ شیخ یونسؒ سے کم حدیثیں پیش کرسکے ہیں، یہ حقیقت قلب پر ان کی شخصیت کا تاثر قائم کرتی ہے، ایسا تاثر جس کا زوال بہت ہی مشکل ہے۔

کسی فن میں اتنا بلند مقام حاصل کرنا آسان نہیں ہے اور فن حدیث پر گفتگو کی جائے تو معاملہ اور بھی زیادہ سخت ہوجاتا ہے، امام مسلمؒ کے مقدمہ کا مطالعہ اس بات کا اندازہ لگانے کے لئے کافی ہے کہ فن حدیث کتنا مشکل ترین متن سند رجال روات تمام پر بحثیں کرنا، رطب یابس کو الگ کرنا، انتہائی عرق ریزی اور جانفشانی کے بناء پر یہ کام ممکن ہی نہیں ہے اور اس فن میں مہارت حاصل کرنا کتنا مشکل تر ہے، ہر ذی شعور اس حقیقت کو سمجھ سکتا ہے، شیخ یونسؒ نے اس فن کو اپنی زندگی کے قیمتی چالیس سال دئے، دن رات، صحت ومرض ہر حال میں اپنا مقصد مقدم رکھا، اسی لئے ان کے انتقال پر لاکھوں افراد رنجیدہ ہیں اور اس قصر علم کے گر جانے کی وجہ سے اشکبار ہیں اور زبان حال سے افتخار عارف کا یہ شعر گنگنا رہے ہیں: ؎

وہی چراغ بجھا جس کی لو قیامت تھی
اسی پہ ضرب پڑی جو شجر پرانا تھا

یقیناً ملت اسلامیہ اس حادثہ سے غم میں مبتلا ہے اور تکلیف کا شکار ہے، مایوسی قلوب میں گھر کرگئی ہے، مگر یہی دستور حیات ہے اور خداوند قدوس سے دعاگو ہیں جس طرح سرزمین شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ سے لیکر عظیم محدثین کی جائے پیدائش رہی ہے اور ان کی علمی کاوشوں سے یہ ملک فیضیاب ہوتا رہا ہے، جب بھی کوئی عظیم شخصیت دنیا سے رخصت ہوئی تو اللہ تعالی نے اس کا جانشین امت مسلمہ کو میسر فرمایا، آج بھی ہم امید کرتے ہیں اور بارگاہ خداوندی میں دعاگو ہیں، امت مسلمہ کو شیخ یونسؒ کا جانشین عطا فرمائے اور ان جیسی جامع الکمالات شخصیت پھر سے ہمارے علمی سفینے کو سمندر کی طغیانی سے پار لگا دے اور شیخ کو جنت الفردوس میں جگہ عنایت فرمائے۔ (آمین)

یادرفتگاں

ایک اور مہر مبیں بسوئے فردوس بریں

مولانا محمد سلمان الخیر نعیمی قاسمی، دیوبند

سنگلاخ زمینوں، غیر ذی زرع وادیوں اور سمندروں کی تہہ سے معدنیات اور ہیرے جواہرات کی بیش بہا اور انمول نعمتوں کو عطاء کرنے والی ذاتِ باری تعالیٰ کبھی نہایت بے کس، بے بس، مفلس ونادار گھرانوں میں ایسے افراد پیدا فرماتی ہے، جو نہ صرف اپنے خاندان وعلاقہ کو زینت بخشتے ہیں، بلکہ ملک وملت کیلئے اپنے مبارک اشغال اور افکار واعمال کے ایسے نہ مٹنے والے نقوش چھوڑتے ہیں جو پسماندگان کیلئے مشعل راہ ثابت ہوتے ہیں، استاذِ محترم، رئیس المحدثین، ریحانۃ العصر حضرت اقدس شیخ مولانا محمد یونس جونپوریؒ شیخ الحدیث جامعہ مظاہر علوم سہارنپور بھی انہی میں سے ایک تھے۔

یہ کوہِ زہد وتقویٰ، شہنشاہِ علم وفضل، محبّ حدیث رسول، فدائے صحیح بخاری جونپور کی ایک غیر معروف بستی کھیتا سرائے میں ۲۵؍رجب المرجب ۱۳۵۵ھ مطابق ۲؍اکتوبر ۱۹۳۷ء کو پیدا ہوا، ابتدائی تعلیم کے ساتھ فارسی اور عربی کی تعلیم نورالانوار تک اپنے علاقہ میں حاصل کرنے کے بعد جب حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ سہارنپور پڑھنے کے لئے تشریف لائے تو بہت بیمار ہوگئے، اساتذہ نے مشورہ دیا کہ واپس اپنے گھر چلے جائیں، حضرت شیخ مولانا محمد زکریا کاندھلویؒ نے بھی یہی فرمایا، مگر شیخ مرحوم نہ مانے، حضرت شیخ زکریا نے اپنے مخصوص انداز میں فرمایا: ’’پھر پڑا رہ یہیں‘‘ شاگرد نے اس جملہ پر ایسا عمل کیا کہ اپنے شیخ کے در پر زندگی گزار دی، تا آنکہ بڑھاپے میں جنازہ ہی اٹھا، یہی وجہ تھی کہ استاذ کو بھی اپنے شاگرد پر بھرپور ناز اور خوب اعتماد تھا، وہ کون استاذ ہے جو اپنے شاگرد کو لکھ کر دے، کہ جب تم ۴۰؍سال بعد اس تحریر کو پڑھو گے، تو مجھ سے آگے نکل چکے ہوگے، اس سے بڑھ کر کسی طالبِ علم کے لئے اور کیا فضل وشرف کی بات ہوگی کہ استاذ اپنی کتاب میں اپنے شاگرد کا قول نقل کرے۔

میں اپنے کو خوش نصیب سمجھتا ہوں کہ مجھے حضرت کی زیارت کا ہی نہیں، بلکہ آپ سے درسی استفادہ کے ساتھ ساتھ بعض احادیث کے سلسلہ میں خط وکتابت کا بھی موقعہ ملا، اور مسلسلات کے سبق میں حاضری کے موقع پر حضرت سے اجازتِ حدیث کا بھی شرف حاصل ہوا، بعض دفعہ دورانِ درس بخاری حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے رجال حدیث پر اس تفصیل وتحقیق سے کلام کیا کہ گویا علامہ ذہبی، حافظ ابن حجر کتب ستہ کے رجال پر کلام کررہے ہوں، اس عمر میں حضرت کی یادداشت نے بہت ہی متاثر کیا۔

آپکی زندگی علم وعمل، اخلاص وتقویٰ، زہد وورع، دیانت وامانت، ذہنی وقلبی پاکیزگی، اتباع سنت، صبر وتحمل، استقلال واستقامت، فکری بالیدگی، قوت جہد وعمل، انابت الی اللہ اور وضع داری وسادگی کا نمونہ تھی، حضرت شیخ جونپوری رحمۃ اللہ علیہ ایشیاء کے عظیم الشان ادارہ جامعہ مظاہر علوم سہارنپور کی مسند درس حدیث پر تقریباً نصف صدی فائز رہے، اور ہزاروں تشنگانِ علم ومعرفت کی پیاس بجھاتے رہے، حضرت شیخ زکریاؒ نے اپنی حیات ہی میں آپ پر اعتماد فرما کر بخاری شریف کی تدریس کی خدمت آپ کی سپرد فرمادی تھی، پھر کچھ دن کے بعد بیعت وارشاد کی بھی اجازت مرحمت فرمادی، اگرچہ اس سے قبل مناظر اسلام حضرت مولانا شاہ اسعد اللہ رامپوریؒ نے بھی آپ کو خلعت خلافت عطاء فرمادی تھی۔

تمام علوم وفنون میں آپ کو مرجعیت کا مقام حاصل تھا، خصوصاً علم

حدیث میں تو آپ ہندوستان وایشیاء ہی میں نہیں، بلکہ پورے عالم اسلام میں اس وقت سند کا درجہ رکھتے تھے، حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ ایک ایسی شخصیت تھے جن کے نزدیک ان کی کتابیں ہی ان کا سب کچھ تھیں، دنیا کسے کہتے ہیں وہ جاننا نہیں چاہتے تھے، ان کے شاگرد اور مرید شیخ محمد یعقوب دہلویؒ سابق امام مسجد قباء ومشرف قاضیانِ مدینہ نے یہ واقعہ بیان کیا کہ ”مدینہ منورہ تشریف لانے پر عرب علماء حضرت کے جوتے سیدھے کرنا اپنے لئے باعث فخر وشرف سمجھتے تھے، ایک سفر میں ان عرب شاگردوں نے اتنے ہدایا دیئے کہ ریالوں سے دو تھیلے بھر گئے، مدینہ سے واپسی پر شیخ نے مجھے حکم دیا کہ سارے پیسے مدینہ منورہ میں ہی غرباء میں تقسیم کردوں، میں نے بہ اصرار کہا کہ حضرت اپنی ضرورت کے بقدر رکھ لیں لیکن وہ تیار نہیں ہوئے، اور ایک ایک ریال صدقہ کروادیا، جب ایئرپورٹ پر پہنچے تو مجھ سے کہا کہ مجھے سو ریال اس شرط پر قرض دو، کہ بعد میں واپس لوگے“۔ اللہ اکبر!...... جس شخص کے یہاں دنیا کی یہ حیثیت ہو، اللہ تعالیٰ اسی کو دلوں کی بادشاہت عطاء فرماتے ہیں: ؎

آئے عشاق گئے وعدۂ فردا لیکر
اب انھیں ڈھونڈ چراغِ رخِ زیبا لیکر

آج عجم سے لیکر عرب تک سبھی حضرت شیخ یونس جونپوریؒ کی رحلت پر ماتم کناں ہیں، کیونکہ جس بخاری، ابن حجر، ذہبی اور خلیل احمد وزکریا کاندھلوی کے تذکرے ہم سنتے آئے ہیں وہ سب شیخ کی شکل میں ہمارے سامنے مجسم تھے: ؎

جان کر منجملۂ خاصانِ میخانہ تجھے
مدتوں رویا کریں گے جام وپیمانہ تجھے

اللہ تعالیٰ حضرت والا کو غریق رحمت فرمائے، اور ہمیں حضرت کے ان نقوش مبارکہ پر چلنے کی توفیق عطاء فرمائے۔ آمین

⁂

مرثیہ بروفات

شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد یونس صاحب نور اللہ مرقدہ

کاوش قلم: مولانا ذی النورین قمر مرکز احیاء الفکر الاسلامی، مظفر آباد

علم و عمل کا آہ وہ پیکر چلا گیا
اشکوں کا ہم کو دے سمندر چلا گیا
وہ جس کی صحبتوں میں ہمیں روشنی ملی
وہ جس کے لفظ لفظ سے تابندگی ملی
آنکھیں بھٹک رہی ہیں نہ جانے کدھر کدھر
وہ نور کا منارہ کہاں پر چلا گیا
وہ جس کی بات بات میں خوف خدائی تھا
سچ پوچھئے تو رب کا وہ مدح سرائی تھا
باطل میں اور حق میں کہاں کھوٹ ہے چھپا
زیر وزبر کا فرق بتا کر چلا گیا
ملت کا جیسے کوئی سہارا نہیں رہا
کشتی غم کا جیسے کنارہ نہیں رہا
مسلم ، بخاری ، ترمذی یہ گفتگو کریں
علم وادب کا ماہ منور چلا گیا
سچ پوچھئے تو بادۂ عرفاں نہیں رہی
آنکھوں میں جس کا نشہ تھا وہ ہاں نہیں رہی
حجرے کی وہ چٹائی قلم داں کی ہے فغاں
کیوں ہم سے روٹھ علم کا پیکر چلا گیا
مولانا عاقل ناظم سلمان ملول ہیں
یہ باغ یونسی کے حسیں علمی پھول ہیں
مولانا طلحہ شاہد پروانے رو پڑے
افسوس مشوروں کا وہ دفتر چلا گیا
گاؤں کے کھیت کھیت سے یہ آرہی صدا
باب حدیث پاک سے آتی تھی جو ہوا
کچھ دن سے کیوں خموش ہے لہجے کی وہ چمک
دیکھو کوئی محدث اکبر چلا گیا
غرباء کا اور تیموں کا جو دل کا چین تھا
یہ آنکھیں اس کو ڈھونڈ کے روتی ہیں برملا
کیا پھر سے لوٹ آئے گا ، ایسا سخیؔ قمرؔ
کرکے ہمیں یتیم وہ رہبر چلا گیا

احوال اکابر

محدث زمانه

مفکر اسلام حضرت مولانا علی میاں ندویؒ کی خدمت میں

مولانا سید محمود حسن حسنی ندوی استاذ مدرسہ ضیاء العلوم میدان پور، رائے بریلی

یہ مضمون مولانا سید محمود حسن حسنی ندوی نے شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد یونس صاحبؒ کی حیات میں لکھا تھا، جو ماہنامہ ’’نقوش اسلام‘‘ کے شمارہ نمبر ۱۱/۱۲/ جلد ۲/ بابت نومبر/ دسمبر ۲۰۰۷ء میں چھپا تھا، موقع کی مناسبت کی وجہ سے حضرت شیخ پر خصوصی اشاعت میں شامل کیا جارہا ہے۔ (ادارہ)

۱۹۹۴ء کی بات ہے کہ جنوری کی چار تاریخ تھی اور بدھ کا دن، عشاء کی نماز کا وقت تھا کہ راقم الحروف کی نظر ایک بڑی وجیہ، بارعب شخصیت پر پڑی، واقعہ اپنے وطن تکیہ کلاں دائرہ حضرت شاہ علم اللہ حسنی رائے بریلی کا ہے، جہاں سے ڈیڑھ صدی قبل حضرت سید احمد شہید رحمۃ اللہ علیہ اور ان کی جماعت مسترشدین ومجاہدین نے اعلاء کلمۃ اللہ کے لیے قربانیاں دینے کا فیصلہ کیا تھا اور فرائض وسنن کے احیاء کا عمل شروع کیا تھا، اور جو اب حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندوی رحمۃ اللہ علیہ کی وجود با مسعود سے منور تھا، بڑی سے بڑی علمی، دینی، روحانی، تحریکی اور سیاسی شخصیتیں ان کی زیارت وملاقات اور ان سے تبادلہ خیال کے لیے آتی رہتی ہیں، آج جو شخصیت ہمارے سامنے تھی، وہ علم حدیث میں امامت کا درجہ رکھنے والی اور روحانیت میں یدطولی رکھنے والی شخصیت تھی، انہیں دیکھ کر راقم کی خوشی کی انتہا نہ رہی، محبوب کی شخصیت کو دیکھ کر دل کی جو کیفیت ہونی چاہئے وہ ہوئی، حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندویؒ کو جیسے معلوم ہوا وہ بھی بڑے مسرور ہوئے، یہ تھے شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد یونس صاحب جونپوری ”متعنا اللّٰہ والمسلمین بطول بقائه وعلومه وانفاسه الطيبة الطاهرة النافعة“۔

وہ چند گھنٹے ہی رکے، رات باوجود خواہش کے نہ گزار سکے، راقم سے رہا نہ گیا اس نے ان چند لمحات کی ہی سہی ایک مختصر روداد سپرد قلم کردی جو اس کی ڈائری کی زینت ہے، افادہ عام کے لیے نذر قارئین ہے:

عشاء کی اذان ہوئی اور حضرت مدظلہ مسجد تشریف لے گئے، وہیل چیئر سے تشریف لے جاتے ہیں، اور صبح یہ حال ہوتا ہے کہ اس سے بھی نہیں جا پاتے اور اپنے پلنگ کے پاس باجماعت نماز فجر اول وقت ادا کرتے ہیں، تہجد کی نماز اور وظائف واوراد، اذکار واشغال کا الگ معمول ہے، جس میں ناغہ نہیں ہوتا، مسجد پہونچتے ہی دو رکعت تحیۃ المسجد ادا فرماتے ہیں اور اذان سنتے ہی مسجد کے لیے قدم اٹھا لیتے ہیں، وہ نماز میں تھے کہ ’’ماروتی وین‘‘ کی آواز آئی اور وہ مسجد کے پاس رکی، جس سے دو گھنی اور بڑی داڑھی والے حضرت اترے جن میں ایک مشہور عالم دین اور محدث کبیر حضرت مولانا محمد یونس صاحب جونپوری شیخ الحدیث مظاہر علوم سہارنپور تھے اور دوسرے مولانا اعجاز احمد صاحب اعظمی مدیر ’’المآثر‘‘ تھے، شیخ الحدیث مولانا محمد یونس صاحب مسجد میں داخل ہوئے، سب سے پہلے مصافحہ وسلام کرنے والا راقم ہی تھا، مولانا نے حضرت کو پوچھا، پھر وضو کے لیے تشریف لے گئے، نل (ہینڈ پائپ) چلانے کی سعادت بھی راقم ناچیز کو حاصل رہی، مولانا وضو سے فارغ ہوئے، اور حضرت صحن میں تشریف لائے اور آگے بڑھ کر مولانا یونس صاحب سے معانقہ فرمایا، اور فرمایا کہ ’’نعمت غیر مترقبہ‘‘ مولانا یونس صاحب نے کہا، باندہ گیا تھا وہاں سے یہ لوگ اعظم گڈھ لے جارہے تھے ہم نے ان سے کہا حضرت کے یہاں تکیہ (رائے بریلی) جائے بغیر نہیں جا سکتا۔

نماز بعد حضرت قیام گاہ (جسے بنگلہ کہتے ہیں) چلے گئے، ان

حضرات کو پہنچنے میں تاخیر ہوئی، میں تیزی سے مسجد کی جانب گیا، روضہ شاہ علم اللہؒ میں روشنی دکھائی دی، معلوم ہوا کہ شیخ یونس صاحب اوران کے رفقاء مقابر پر فاتحہ خواں ہیں، چند قبروں کی راقم نے نشاندہی کی، اس کے بعد مسجد کے شمال مشرق میں دوقبروں پر لے گیا، بتایا یہ حضرت سید احمد شہیدؒ کے والد کی قبر ہے، اوردوسری حضرت سید شاہ علم اللہ کے صاحبزادے (سید ابوحنیفہ) کی ہے، جو اپنے والد کی حیات میں ہی وفات پا گئے تھے، دیرتک کھڑے رہے اور پڑھتے رہے، پھر بتایا کہ ادھر سامنے حضرت سید احمد شہیدؒ کا مکان تھا جواب دارالتحفیظ کی شکل میں ہے (اورمدرسہ سید احمد شہید برائے حفظ وتجوید کے نام سے موسوم ہے) اس پر خوش ہوئے پھر فرمانے لگے بھائی! اس وقت کے سید صاحب تو ہمارے حضرت مولانا ہیں، پھر ہم نے ذرا چل کر بتایا کہ یہ بائیں طرف حضرت مولانا کا نانیہال ہے، خود فرمایا حضرت مولانا شاہ ضیاء النبی صاحب کا مکان، مولانا اعجاز احمد صاحب نے مزید کہا جن کے مولانا محمد امین نصیر آبادی خلیفہ تھے، حضرت مولانا یونس صاحب نے پوچھا تم کون ہو بتاؤ! میں نے مظاہر علوم سہارنپور میں مولانا کے یہاں رات کا قیام اورملاقات ذکر کرنے کے ساتھ حضرت مدظلہ کے بھانجہ مولانا محمد ثانی حسنی صاحب کی نسبت سے اپنا تعارف کرایا، بڑے خوش ہوئے اور لپٹا لیا۔

مولانا بنگلہ پہنچے حضرت بڑے کمرہ میں تشریف فرما تھے، جیسے مولانا داخل ہوئے حضرت کھڑے ہوگئے اور مسند پر بیٹھنے کو کہا، جس پر شیخ یونس صاحب کسی طرح تیار نہ ہوئے، حضرت نے کہا ہم بھی نہ بیٹھیں گے، مولانا نے کہا کہ حضرت! میں طالب بن کر آیا ہوں، اور یہ کہہ کر مولانا اپنی جگہ پر بیٹھ گئے، مگر حضرت نے بھی گاؤ تکیہ سے ٹیک نہ لگایا اور آمنے سامنے شمال وجنوب کی طرف بغیر تکیہ کے بیٹھے رہے، حضرت نے سفر بخاراوسمرقند وتاشقند کا ذکر کیا، اوراپنے دو کتابچے ہدیہ کئے، ایک تو وہ مقالہ تھا جو سمرقند میں امام بخاری اوران کی کتاب صحیح پر دیا تھا، اور ''الاعلام بمن فی تاریخ الہند من الاعلام'' یعنی نزہۃ الخواطر کا تعارف نامہ تحفہ دیا، اور مولانا کی بخاراوسمرقند میں عدم موجودگی پر افسوس ظاہر کیا، مولانا نے کہا ہمارے پاس دعوت نامہ آیا تھا، مگر لڑکوں نے ردی میں ڈال دیا، ایک دوماہ بعد دیکھا تو بہت افسوس ہوا، ویسے ہم بخاراوسمرقند گئے ہیں، جب یہ علاقے روسی حکومت کے زیر اقتدار تھے، ایک جاسوس ساتھ رہتا تھا، بخاری شریف ساتھ لے گیا تھا، کتاب الایمان تک وہاں پڑھا بھی، دیرتک علمی وروحانی گفتگو جاری رہی، کھانا لگ چکا تھا، سب نے کھانا کھایا، کھانے کے بعد کچھ دیر مجلس رہی، مولانا اعجاز احمد صاحب نے حضرت سے مولانا رشید احمد اعظمی (صاحبزادۂ حضرت مولانا حبیب الرحمٰن محدث اعظمی) کی صحت وشفا کی دعا کے لیے کہا کہ وہ بہت بیمار ہیں، اس سفر میں ان کا بھی پروگرام تھا، مگر وہ بیمار ہوگئے، اس لیے ساتھ نہ رہے، اورمولانا اعجاز صاحب نے حضرت سے یہ بھی عرض کیا کہ: مولانا عبدالجبار صاحب مئوی کا انتقال ہوگیا (چند دن قبل)۔

حضرت چاہتے تھے کہ یہ حضرات رات کوٹھہر جائیں سردی کی رات ہے، اور دیر بھی ہوچکی ہے، اعظم گڑھ دور ہے، تقریباً دوڈھائی سوکلومیٹر ہے، حضرت مولانا یونس صاحب ٹھہرنے کو ترجیح دے رہے تھے اوران کی اندر سے یہ خواہش تھی، فرمانے لگے کہ ایک دو رات یہاں قیام کرنے کو جی چاہتا ہے اور کہا یہاں بڑا سکون محسوس ہورہا ہے، بڑی طبیعت لگ رہی ہے اورانہوں نے حضرت سے اپنی صحت وشفا کے لیے دعا کو کہا، کہنے لگے ہم پر کسی نے سحر کردیا ہے، مفتی محمود صاب (حضرت مولانا مفتی محمود حسن صاحب گنگوہی) نے بھی کہا کہ کسی نے تم پر سخت قسم کا جادو کردیا، انہوں نے کہا کہ ہمارا ابھی اس پر بس نہیں چل رہا ہے، خود وجہ بتاتے ہوئے کہا کہ ہم نے کسی طالب علم کو ڈانٹ دیا تھا، خیال ہے کہ اس نے ہم پر سحر کیا ہے، کیفیت بتاتے ہوئے کہا کہ ایک دن بیٹھے کھانا کھارہے تھے، دیکھتے کیا ہیں پلیٹ میں خون کا لوتھڑا گرا، اس وقت تو سکون معلوم ہورہا ہے، ورنہ عجیب حالت ہوجاتی ہے، ایک صاحب نے یہ بھی کہا کہ پتہ نہیں آپ کیسے زندہ ہیں اس میں تو بڑی سخت تکلیف ہوتی ہے، حضرت نے اپنے متعلق بھی سحر کا شبہ ظاہر کیا،

اورحضرت نے مولانا سے کہا کہ انشاء اللہ آپ کے لیے دعا کرنے کی سعادت حاصل کروں گا، حضرت نے مولانا کو اپنی کتاب ’’الثقافۃ الاسلامیہ فی الہند‘‘ بھی ہدیہ میں دی، مولانا نے بندہ سے کہا کہ نزہۃ الخواطر کا سیٹ بھیج دینا، قیمت ارسال کردی جائے گی۔

اجازت چاہی اور رخصت ہوئے مگر اپنے رفقاء سفر سے کہتے رہے کہ ہمیں یہاں چھوڑ دو، تم لوگ چلے جاؤ، یہیں سے ہم سہارنپور چلے جائیں گے، مگر یہ کہاں ہوسکتا تھا، رات کو روکنا یوں محال تھا کہ گاڑی کسی اور کی تھی صبح انہیں واپس کرنی تھی، مجلس میں مولانا محمد یونس صاحب نے حضرت سے یہ بھی عرض کیا جب حضرت نے مولانا الیاس صاحب، شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب مولانا مدنی اور حضرت رائے پوری کا تکیہ آمد اور قیام کا ذکر کیا اور حضرت تھانوی کے رائے بریلی سے گزرنے اور یہاں آنے کی خواہش کرنے مگر نہ آسکنے کا ذکر کیا، اور وہ واقعہ بھی بتایا جو مولانا شاہ عبدالغنی پھولپوری نے حضرت سے بتایا تھا کہ حضرت تکیہ کے انوار یہاں تک ہیں اس واقعہ کو مولانا قمرالزماں صاحب الہ آبادی مدظلہ نے اپنی کتاب اقوال سلف میں بھی ذکر کیا ہے، حضرت کے ہی حوالہ سے۔

حضرت مولانا محمد یونس صاحب شیخ الحدیث نے حضرت شیخ الاسلام والمسلمین مجدد الامۃ مدظلہم سے کہا، حضرت رائے پوری نے آپ کو چاروں سلسلوں میں یہاں ہی اجازت دی تھی، حضرت نے فرمایا آپ کو کہاں سے معلوم؟ پھر حضرت نے تائید کی اور تفصیل بتائی اور فرمایا چاروں سلسلوں میں خاص طور سے حضرت سید صاحب (سید احمد شہیدؒ) کے سلسلہ میں اجازت دی تھی، مولانا محمد یونس صاحب نے کہا ہم نے کہیں پڑھا تھا، جب مولانا اور مولانا کے رفقاء حضرت سے رخصت ہوئے اور اجازت چاہی تو باہر استنجاء خانہ گئے، استنجاء خانہ میں بجلی تھی نہیں، حضرت نے اپنی ٹارچ دی کہ مولانا کو دے دو، میں نے بہت دینا چاہا، مگر مولانا کسی طرح لینے کو تیار نہ ہوئے کہ حضرت کی ٹارچ استنجاء خانہ لے جائیں، پھر استنجاء سے فراغت کے بعد وضو کرنے چلے، حضرت کے خادم خاص الحاج عبدالرزاق صاحب نے اور راقم ناچیز نے بھی بہت عرض کیا کہ حضرت کے یہاں وضوخانہ میں وضو کرلیجئے، حضرت نے بھی فرمایا کہ جب انہیں معلوم ہوا کہ مولانا وضو کرنے جارہے ہیں مگر مولانا ادباً تیار نہ ہوئے کہ جہاں حضرت وضو کرتے ہیں وہاں وضو کریں اور کھڑے ہوکر ہینڈ پائپ سے وضو کیا۔

پھر ہم سب خدام نے مولانا مدظلہ سے سلام ومصافحہ کیا اور ان کے رفقاء سے خال معظم مولانا سید محمد حمزہ حسنی، الحاج عبدالرزاق صاحب خادم خاص حضرت دامت برکاتہم، مولانا نثار الحق ندوی کاتب خاص حضرت دامت برکاتہم، پھوپھا جان مولانا سید احمد علی حسنی، مولانا نیاز احمد ندوی صاحب استاذ مدرسہ ضیاء العلوم اور دیگر حضرات نے، بلال ماموں (مولانا سید بلال عبدالحئی حسنی) موجود نہ تھے اور حضرت بار بار ان کا ذکر کر رہے تھا کہ وہ بھی ملاقات کرلیتے، شہر گئے تھے، مجھے امید ہوئی کہ مدرسہ آگئے ہوں گے، مولانا سے میں نے ذکر کیا، گاڑی پر ہمیں بٹھالیا، راستے میں بلال ماموں نظر آگئے، گاڑی رکی، اور سلام ومصافحہ ہوا، پھر مدرسہ کا ذکر کیا، مولانا تیار ہوگئے، اور مدرسہ ضیاء العلوم میدان پور پہنچے، مسجد میں تحیۃ المسجد ادا کی، اتنے میں مدرسہ کے طلبہ اور اساتذہ جمع ہوگئے، سب سے سلام ومصافحہ ہوا، مولانا اور ان کے رفقاء نے مدرسہ پسند کیا اور دعا کی (اب الحمدللہ حضرت شیخ الحدیث صاحب اس مدرسہ کے سرپرستوں میں بھی ہیں)۔

مولانا اور ان کے رفقاء چلے تو گئے لیکن حضرت کو برابر فکر وتشویش رہی، رات گزری، صبح نماز فجر اول وقت پڑھی، پھر آرام فرمانے کے لیے لیٹ گئے، دیکھا تو حضرت فکرمند تھے، کہ مولانا محمد یونس صاحب بخیریت پہنچ گئے ہوں، ٹھنڈی رات، لمبا سفر تھا۔

یہ تھا ہمارے اکابرین علم وفضل کا تعلق اور آپس میں ایک دوسرے کا اکرام وتکریم، اللہ تعالیٰ ان کی برکات وانوار کو قائم ودائم رکھے۔

/////☆☆☆☆/////

احساس جدائی

حضرت مولانا محمد یونس صاحب جونپوریؒ

صحبتِ یار آخر شد

مولانا محمد عمر قاسمی مجاہد پوری

سراپا شفقت اور مجسم انکسار، دعاؤں کا مخزن، محدث جلیل، استاد العلماء حضرت مولانا محمد یونس صاحب جونپوریؒ شیخ الحدیث جامعہ مظاہر علوم سہارنپور ۱۶/ شوالمکرّم ۱۴۳۸ ہجری مطابق ۱۱/ جولائی ۲۰۱۷ء بروز منگل صبح ساڑھے آٹھ بجے انتقال فرما گئے، انا للّٰہ وانا الیہ راجعون۔

اب ہم آئندہ کبھی ان کی مجلس عرفانی اور صحبت روحانی میں حاضر خدمت نہیں ہوسکیں گے، کیا بتاؤں اور کیسے بتایا جاسکتا ہے کہ حضرت شیخ الحدیث کے انتقال کے بعد دنیا پر کیا گزری، دل پر کیا گزری، اہل دل پر کیا گزری، صالحین امت پر کیا گزری، جب حضرت شیخ پر اجل مسمیٰ اور تقدیر کا فیصلہ غالب آ گیا اس وقت کی آپ بیتی جگ بیتی، اس وقت کا نقشہ وکیفیت، اس وقت کی بے چینی واضطراب اور حزن وملال کی دلگداز کیفیتیں کیسے بیان کی جاسکتی ہیں، یہ کوئی تحریر کی بات تو نہیں، تقریر کی بات بھی نہیں، یہ دلوں کی کیفیت ہے، حروف ونقوش سے بظاہر کوئی قلمی تصویر بن بھی جائے تو اس میں کیف وسرور کی مستی، عشق ومحبت کا ولولہ، خلوص وللّٰہیت اور واقعیت کی روح کون ڈال سکے گا اور کسے تاب ہے کہ وہ اس کی جرأت بھی کر سکے: ؎

گر مصور صورت آں دلستاں خواہد کشید
حیرتے دارم کہ نازش را چساں خواہد کشید

حضرت شیخ کے متوسلین ومتعلقین ملاقات کے لئے آتے اور شرف دید سے مشرف ہوتے تھے، مرادوں کی جھولیاں بھرتے، دعاؤں کے تحائف وصول کرتے، قلب میں نور ایمانی کی بہاریں اور شوق ومحبت کا گلزار لیکر پھر آئندہ کے اشتیاق دید سے معمور اور بامید ملاقات رخصت ہوجاتے تھے، رخصت اور شوق وصال کی یہ کیفیتیں تحریر والفاظ کی تنگ دامنیوں میں کب ڈھالی جاسکتی ہے: ؎

دل پہ گزری جو واردات نہ پوچھ
ان کی نظروں کی کوئی بات نہ پوچھ
عمر گزری ہے تیرے دربار میں آتے ہوئے
گڑگڑاتے، مانگتے اور ہاتھ پھیلاتے ہوئے

دوسری صدی کے امیر المومنین فی الحدیث حضرت امام بخاریؒ کی ''الجامع الصحیح'' کو عصر حاضر میں پندرہویں صدی کے رئیس المحدثین فی الحدیث حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد یونس صاحب جونپوریؒ سے زیادہ جاننے والا شاید ہی کوئی ہو، نابغۂ روزگار شخصیات کی مقبولیت ومحبوبیت کا اصل انداز ان کے جنازوں سے ہوتا ہے، حضرت امام احمد بن حنبلؒ (جن کی مسند کو حضرت شیخ نے ایک الفاظ کی تلاش میں چار بار پڑھا تھا) نے فرمایا تھا کہ ہمارے اور ان کے درمیان جنازے فیصلہ کریں گے، آج جب حضرت شیخ جونپوریؒ کا جنازہ اٹھا تو دنیا نے دیکھا کہ اہل علم کی قدر کسے کہتے ہیں، دلوں کے یہ بادشاہ اپنی وفات کے بعد بھی عظمت کی بلندیوں پر فائز رہتے ہیں، دربار ان کے بھی سجتے ہیں، مگر امراء وزراء کیلئے نہیں؛ بلکہ ان کے دربار میں وہ بوریہ نشین شہزادے حاضر باش رہتے ہیں، جن کے سامنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی میراث سے اپنی زندگی کو منور کرلینا ہی مقصود ہوتا ہے، اور اس کے لئے وہ سادگی سے مرصع دربار میں مسند نشین شیخ کے ارد گرد گھنٹوں بیٹھے اس میراث پر ٹوٹے پڑتے ہیں۔

مولانا محمد یونس صاحبؒ کا محبت الٰہی میں استغراق:

حضرت مولانا محمد یونس صاحب نے گوشہ نشینی اختیار فرمائی تھی،

حجرہ، مسجد اور دارالحدیث ہی تک ان کی گردش رہتی تھی اور اہل دنیا سے منہ موڑ کر تلاوت کلام اللہ شریف اور احادیث مبارکہ اور دینی کتب کے مطالعہ اور محبت الٰہی میں مستغرق رہتے تھے، محبت الٰہی جب ماورائے جسم وجان ہوجائے تو ولایت بن جاتی ہے، ذکر الٰہی جب سانس کی دھڑکن میں شامل ہوجائے تو کلام میں الہام کی کیفیت پیدا ہوجاتی ہے اور کلام میں الہام کی لطافت اور زبان کی خوشبو سے حضرت شیخ الحدیث کی تصویر ولی کامل اور قطب کی صورت میں ابھرتی ہے۔

حضرت کا غیر معمولی قوت حافظہ:

حضرت کو اللہ تعالی نے دیگر خصوصیات کے ساتھ غیر معمولی قوت حافظہ سے بھی نوازا تھا، جس کا مشاہدہ آپ کے درس بخاری میں ہوتا تھا، آپ کا درس تین چار گھنٹہ جاری رہتا تھا، اس کے باوجود نہایت تسلسل کے ساتھ مفصل کلام فرماتے تھے کبھی بھولنے کا نام نہ تھا۔

خصوصیات درس:

حضرت کو قدرت نے زبان کی سلاست اور فصاحت سے بھرپور حصہ عطا کیا تھا، تقریر نہایت سلیس، مربوط، مرتب اور مسلسل ہوتی تھی، متعلقہ مسئلہ کے تمام گوشوں پر اس طرح روشنی ڈالتے کہ تمام اشکالات دور ہوجاتے، بخاری شریف کے ابواب کا آپس میں تناسب اور ترجمۃ الباب سے حدیث کی مطابقت اس وضاحت کے ساتھ فرماتے کہ وہ حضرت کے درس کی خصوصیت محسوس ہوتی۔

الحمدللہ! ویسے تو ہر صدی میں حدیث شریف اور علوم حدیث شریف کے شناور اصحاب الجرح والتعدیل اور محقق علماء محدثین موجود رہے اور نہ صرف عرب اور اسلامی ممالک میں بلکہ عجم وہند میں ایسے علماء کثیر تعداد میں موجود رہے ہیں، جنہوں نے علم حدیث میں غواصی اور تیراکی کرکے دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی کردیا، ماضی قریب میں امام العصر علامہ انورشاہ صاحب کشمیریؒ اور ان کے بعض تلامذہ، اسی طرح مولانا حبیب الرحمٰن صاحب اعظمی اسی شان کے محدثین میں سے تھے، عہد حاضر میں حضرت علامہ مولانا محمد یونس صاحب جونپوری اسی سلسلۃ الذہب کی ایک اہم کڑی تھے، حضرت رحمۃ اللہ علیہ ایشیاء کے عظیم الشان ادارہ جامعہ مظاہر علوم سہارنپور کی مسند درس حدیث شریف پر تقریباً نصف صدی فائز رہے اور ہزاروں تشنگان علم ومعرفت کی پیاس بجھاتے رہے۔

ریحانۃ المحدثین شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا صاحب کاندھلویؒ نے اپنی حیات مبارکہ میں ہی آپ پر اعتماد فرماکر بخاری شریف کی تدریس کی خدمت آپ کے سپرد فرمادی تھی، پھر کچھ دن کے بعد بیعت وارشاد کی بھی اجازت مرحمت فرمادی، اگرچہ اس سے قبل ہی آپ کو مناظر اسلام حضرت مولانا محمد اسعد اللہ صاحب ناظم جامعہ مظاہر علوم سہارنپور نے خلعت خلافت سے نواز دیا تھا، تمام علوم وفنون میں آپ کو مرجعیت کا مقام حاصل تھا، خصوصاً علم حدیث شریف میں تو آپ ہندوستان وایشیاء میں نہیں بلکہ پورے عالم اسلام میں اس وقت کے پیشوا کا درجہ رکھتے تھے، گوشہ نشینی، تواضع وسادگی، تقوی وطہارت، صبر وقناعت، توکل، رضائے الٰہی، انابت الی اللہ عظیم صفات کی آپ جامع اور مکمل تصویر تھے، مخلوق خدا کو اپنی ذات ستودہ صفات سے بیحد فائدہ حاصل ہورہا تھا مگر: ''اذَا جَاءَ اَجَلُهُمْ فَلَا يَسْتَاخِرُوْنَ سَاعَةً وَّلَا يَسْتَقْدِمُوْنَ'' نے فائدوں کے دروازے بند کردئے: ؎

ستارے ٹوٹتے رہتے ہیں شب وروز
غضب تو اب ہوا جو آفتاب ٹوٹا ہے

بالآخر آپ زندگی کی ہجری اعتبار سے ۸۳/ اور عیسوی اعتبار سے ۸۰/ بہاریں گزار کر اپنے مولائے حقیقی سے جاملے، بیشک موت وفنا تو اس نامور خادم کے نام ورآقا کے لئے بھی مقدر کردی گئی تھی: ''وَمَا محمد الا رسول الله قد خلت من قبله الرسل'' اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم بس ایک رسول ہی ہیں، ان سے پہلے اور بھی رسول گزر چکے ہیں، یہ ایک آیت امت کی تسلی اور تعزیت کے لئے کافی ہے: ؎

حیف در چشم زدن صحبت یار آخر شد
روئے گل سیر ندیدم کہ بہار آخر شد

مولانا قاری مفتی محمد مسعود عزیزی ندوی کی اہم تصانیف

(۱) مختصر تجوید القرآن (بروایت حفص اردو)
(۲) بچوں کی تمرین التجوید (تجوید کے قواعد، مشق اور طریقہ تدریس اردو)
(۳) جیب کی تجوید (تجوید کے ضروری قواعد کا پاکٹ سائز مجموعہ)
(۴) ریاض البیان فی تجوید القرآن (بروایت حفص عربی)
(۵) رہنمائے سلوک وطریقت
(۶) مراجع الفقہ الحنفی ومیزاتہا
(۷) الامامۃ فی الصلاۃ ومسائلہا واحکامہا
(۸) التدخین بین الشرع والطب
(۹) حیات عبدالرشید ۲۰۰/روپے
(۱۰) سیرت مولانا محمد یحییٰ کاندھلویؒ
(۱۱) تذکرہ مولانا سید محمد میاں دیوبندیؒ
(۱۲) تذکرہ علامہ سید سلیمان ندویؒ
(۱۳) تذکرہ حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ
(۱۴) تذکرہ حضرت مولانا حسین احمد مدنیؒ
(۱۵) چند مایہ ناز اسلاف قدیم وجدید
(۱۶) مقالات ومشاہدات
(۱۷) مکتوبات اکابر
(۱۸) چندہ دینے، دلوانے اور لینے کے آداب واصول
(۱۹) افکار دل (۳۰ تقریروں کا مجموعہ)
(۲۰) مدارس کا نظام تحلیل وتجزیہ
(۲۱) تذکرہ حضرت مولانا شاہ عبدالرحیم صاحب رائے پوریؒ
(۲۲) سیرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم
(۲۳) لڑکیوں کی اصلاح وتربیت
(۲۴) ملفوظات حضرت مولانا شاہ عبدالقادر صاحب رائے پوریؒ
(۲۵) میری والدہ مرحومہ (نقوش وتأثرات)
(۲۶) قادیانیت نبوت محمدیؐ کے خلاف بغاوت
(۲۷) تذکرہ حضرت حافظ عبدالرشید رائے پوری
(۲۸) نقوش حیات حضرت مولانا عبدالرحیم متالا
(۲۹) تصوف اور اکابر دیوبند
(۳۰) امامت کے احکام ومسائل
(۳۱) اللہ ورسول کی محبت
(۳۲) فقہ حنفی کے مراجع اور ان کی خصوصیات
(۳۳) عقائد اور ارکان اسلام
(۳۴) ماں باپ اور اولاد کے حقوق
(۳۵) میرے شیخ ومرشد مفکر اسلام
(۳۶) القادیانیة ثورة علی النبوة المحمدیة
(۳۷) سیرة النبی الأکرم
(۳۸) درد دل
(۳۹) ساز دل
Rules of Raising Funds (۴۰)
Beliefs and Pillars of Islam (۴۱)
The Laws Pertaining to Imamat (۴۲)
The Rights of Perents and children (۴۳)
Guidelines for Sulook and Tareeqat (۴۴)
Tasawwuf and tha Elders of Deoband (۴۵)
Life Sketch of Hadhrat Thanwi (۴۶)
A Biogrophy of the Noblest Nabi (۴۷)
(۴۶) گوشہ آخرت
(۴۹) اسلام میں پردہ کی اہمیت
(۵۰) یتیموں کی کفالت

ملنے کا پتہ

مرکز احیاء الفکر الاسلامی مظفرآباد، سہارنپور (یوپی)
Mob: 09719831058 - 09719639955